مسلمانوں کی نامسلمانیاں

اگر کوئی غیر مسلم اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام سے متأثر ہو جائے اور وہ چاہے کہ میں ان تعلیمات پر عمل پیرا معاشروں کو بچشم خود دیکھوں اور اس خواہش کو دل میں لیے مسلم ممالک کا دورہ شروع کر دے تو بآسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے دل پر کیا گزرے گی۔ یقیناً اس کے دل پر ایک قیامت گزر جائے گی۔ اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کے ذہن میں جو نقشہ قائم ہوا تھا، مسلم معاشروں کو اس کے برعکس پا کر لازماً اس کے ذہن کو ایک شدید دھچکا لگے گا۔ وہ سوچے گا، پھر سوچے گا اور پھر مزید سوچے گا کہ خداوند! یہ وہی معاشرہ ہے جس کا نقشہ قرآن و حدیث میں کھینچا گیا ہے۔

وہ سوچے گا کہ میں نے مطالعہ کے دوران پڑھا یہ تھا کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں جن میں سے سب سے پہلا رکن ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور باقی تمام معبودانِ باطلہ و خودساختہ کی عبادت کی نفی کرنا اور محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کرنا، مگر میں دیکھ یہ رہا ہوں کہ مسلمان اللہ ہی کی عبادت کو چھوڑے ہوئے ہیں اور باقی ہر قسم کے معبودوں کی عبادت کیے جا رہے ہیں۔ فوت شدہ اولیاء اللہ کی عبادت بھی ہو رہی ہے، خواہشات کی پرستش بھی ہو رہی ہے، بت پرستی بھی ہو رہی ہے، زَر پرستی بھی ہو رہی ہے، خود پرستی بھی ہو رہی ہے، اقتدار پرستی بھی ہو رہی ہے، الغرض ہر قسم کی پرستشیں ہو رہی ہیں، اگر نہیں ہو رہی تو صرف اللہ تعالیٰ کی کما حقہ پرستش نہیں ہو رہی۔ (قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ)

۶۵۔عصر کی نماز چھوڑنا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من ترك العصر فقد حبط عمله .))

(صحيح بخاري، رقم الحديث : ٥٥٣، صحيح مسلم، رقم الحديث : ٦٣٧)

''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کے سارے اعمال برباد ہو گئے۔''

۶۶۔بے جا بھیک مانگنا:

حضرت کبشہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثلاثة أقسم عليهن وأحدثكم حديثا فا حفظوه: ولا فتح عبد باب مسألة إلافتح الله عليه باب فقر .))

(سنن ترمذي، رقم الحديث : ٢٣٢٥، مسند أحمد، رقم الحديث : ٢٣١)

''تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں اوراس کے متعلق تم سے ایک حدیث بیان کررہا ہوں اُسے یاد رکھو(ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ) جس کسی نے بھی اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس کے لیے فقر کا ایک دروازہ کھول دیتا ہے۔''

(عبدالرحیم بلتستانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

08 شعبان المعظم 1433ھ جمعة المبارک 29 جون تا 05 جولائی 2012ء

شمارہ 26 جلد 64

جواہر پارے	مسلمانوں کی نامسلمانیاں		
کلمہ طیّبہ	کام چھوٹا گناہ بڑا		
اداریہ	جمہوریت کا جمہور سے انتقام	(حافظ احمد شاکر)	2
درس قرآن	تفسیر سورۂ یٰسٓ......(۲۹)	(مولانا ارشاد الحق اثری)	4
درس حدیث	توفیق الباری	(حافظ محمد اشرف سعید)	7
درس وموعظت	اللہ تعالیٰ کی مدد بذریعہ صبر اور نماز	(عبدالواحد گوندل)	9
تحقیق وتدقیق	امام کے ساتھ نماز دہرانا	(ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر)	16
تعلیم وتربیت	ابوسعید عبدالعزیز السعیدی		24
اصلاح احوال	میڈیا کے منفی اثرات اور اُن کا تدارک	(پروفیسر عبدالعظیم جانباز)	27
تبصرۂ کتب	تحریک اہل حدیث	(محمد اسحاق بھٹی)	31
فہرست کتب			32
شعر وادب		(ام عبدمنیب)	

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

جمہوریت کا جمہور سے انتقام

حافظ احمد شاکر

لیجیے صاحب جمہوریت پسندوں کو مبارک ہو کہ ان کی محبوبہ جمہوریت ''جس کے غم میں وہ ہمیشہ گھلے جاتے رہے'' نے پاکستانی جمہور سے ایسا انتقام لیا ہے کہ جمہور کو مشہور محاورے ''اللہ تعالیٰ پہلے کفن چور پر رحم کرے'' کے سو فیصد درست ہونے پر حق الیقین ہو گیا ہے، اور جنابِ صدر نے سب پہ بھاری ہونے کے نعرے کو سچ کر دکھایا۔ حق پرستوں پر حق رات ہی رات میں آشکار ہو گیا اور ''اصحاب لواء الاسلام'' آوازۂ غیب یا اشارۂ غیبی پر مراقبہ میں یوں چلے گئے کہ جمہوریت کے راستے کے کچھ خار پھول بنتے گئے اور کچھ کو جمہوریت کے یاران تیز گام نے پلکوں کی بجائے وعدوں یا مفادات سے چن لیا اور ''اپوزیشن'' نے بھی حق دوستی (Friendship) یوں ادا کیا کہ

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا　　　لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

یعنی اس نے اس موقع پر ایسا رویہ اختیار کیا کہ کوئی ان کے ماضی کو ذلت کا طعنہ نہ دے سکے کہ شاہراہ اقتدار پر کاسۂ گدائی لیے وہ بھی اپنی باری کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اب جمہوریت کے پاسداروں کی ۱۸ ویں ترمیم نے سیاسی جماعتوں کی اس ''پارٹی جمہوریت'' کو بے نقاب کر دیا جس پر شاید ان کئی آمریتوں کو قربان کیا جا سکتا ہے جسے ہمیشہ جمہوریت کی سوتن جان کر مطعون کیا جاتا رہا ہے۔

ایک حقیقت جس کا اعتراف کیا جانا چاہیے کہ اگر سیاست با مقصد ہو یعنی سیاست میں خالق کی اطاعت اور مخلوق کی بھلائی کی حسن نیت شامل ہو تو پھر نہ جمہوریت بری ہے اور نہ ہی آمریت اور اگر یہ سیاست حسن نیت سے ہی خالی ہو تو پھر جیسی آمریت ویسی جمہوریت۔ مثلاً اگر خالق کی اطاعت اور مخلوق کی خدمت کی بجائے ''نفس امارہ'' کی خدمت ...... یعنی ذاتی، گروہی اور جماعتی مفادات ...... اور غیر اللہ ...... انسانوں ...... کی اطاعت یعنی اپنے دین کی غیرت، وطن کی محبت اور عوام کی خدمت کی بجائے دین دشمنی، وطن عزیز کے عدم استحکام اور غیر ملکی استعمار کی غیر مشروط فرماں برداری ہی کو مطمع نظر یا منتہائے سیاست بنا لیا جائے تو پھر ایسی آمریت پر بھی لعنت اور ایسی جمہوریت پر بھی تین حرف۔ آمریت پر سب سے بڑا طعن طولِ اقتدار کی خواہش کا ہوتا ہے جب کہ جمہوریت اس خوبی سے نہ صرف لتھڑی ہوئی بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جمہوریت کے نام لیوا اس کے لیے ملک دولخت کرنے تک سے بھی گریز نہیں کرتے رہے، جس پر ہمارا اُلگجا ماضی شاید ہمیشہ نادم رہے گا۔ آمریت کا دوسرا...... اور اصل ...... عیب یہ ہوتا ہے کہ آمریت میں عطایا کے میزاب سے صرف فردِ واحد فیض یاب ہوتا ہے اور جمہوریت میں ایک سے زیادہ درّے ہوتے ہیں جہاں سے فیض یابی اس بھاؤ تاؤ سے کی جاتی ہے کہ:...... نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز والی بات متشکل ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔

سیاست دانوں کے منہ سے جب اقتدار کے لیے رال ٹپک رہی ہوتی ہے تو کبھی ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت یاد آتی ہے اور کبھی وہ خود کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا جانشین بننے کا وعدہ کرتے ہوئے ان کے منہ سے جھاگ بہنے لگتی ہے لیکن جب حجلۂ اقتدار ان کے دامن اختیار یا دائرۂ تمتع میں آ جاتا ہے تو پھر یہ طاغوت کے پھیلائے مفاسد ملوکیت کو جزو حکمرانی بتا کر سند جواز پیش کرتے ہیں یا ان کو خوئے حکمرانی قرار دے کر بری الذمہ ہونے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

معاشرتی حقیقت یہ ہے کہ سہاگ اسی کو نصیب ہوتا ہے جسے پیا چاہے۔ کچھ لوگ خوش فہم تھے کہ کلاہ اقتدار شاید کسی نجیب و معقول شخصیت کے سر پر سج جائے گی چاہے وہ مخدم ہی ہو لیکن یہ بھولے بادشاہ یہ یاد نہ رکھ سکے کہ جانے والا مخدوم اپنی مسند پر دوسرا مخدوم کیسے برداشت کرسکتا ہے۔ لیکن جب پی پی کی پٹاری کھلی تو معلوم ہوا کہ پارٹی میں ایک سے ایک بڑھ کر چندے آفتاب و چندے ماہتاب ہیں۔ تاہم شرط اول و آخر تو وفاداری بشرط استواری ہی تھی۔ دوسرا چشم یار کی شہہ کے ساتھ امیدوار کا اصیل ہونا بھی بہت ضروری تھا۔ پیا نے جب (Three in One) یعنی جس ایک میں یہ تینوں خوبیاں جانچ لیں تو اقتدار کے سنگھاسن پر اس کو بٹھا دیا گیا۔

اقتدار پر براجمان پارٹی کو ان معنوں میں تاریخ ساز بھی کہا جا سکتا ہے کہ جس کا معزول وزیر اعظم بھی سزا یافتہ تھا اور حاضر سروس وزیر اعظم بھی بدعنوانی کے الزامات کے تحت ایک مرتبہ عہد وزارت کو یکسر چھوڑنے پر مجبور ہو چکے تھے جبکہ غیر معمولی ڈھٹائی کہہ لیں یا نا قابل رشک حوصلہ کے باعث دوبارہ ان کو وزیر بھی بنا دیا گیا اور غیر معمولی فدویانہ صلاحیتوں کے باعث اب تو ماشاء اللہ ترقی کرتے کرتے وزیر سے وزیر اعظم بھی بن گئے۔

یہ اعزاز بھی انہی وزیر اعظم صاحب کا ہے کہ ان کے حلف اٹھاتے ہی ان کے خلاف احتجاج شروع ہو گیا لیکن یہ اپنے قائد کی طرح ''غیر معمولی حوصلہ مند'' ہیں کہ ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگی، پیشانی پر عرق ندامت کے قطرے تو کہاں نمایاں ہونے تھے۔ یہ بھی انہیں وزیر اعظم کو شرف ملا کہ ۱۸ ویں ترمیم نے پارٹی وفاداری کی زنجیر سے بندھے ہوئے بعض ان ارکان کو بھی انہیں ووٹ دینا پڑا جو ان کی بدعنوانیوں کے عدالتی گواہ بھی ہیں۔

بہرصورت پاکستانی جمہور سے جمہوریت کے اس انتقام سے جمہوریت کے بہت سے وہ پہلو بھی سامنے آگئے جو ابھی تک شنیدہ ہی تھے اب دیدہ بھی ہو گئے۔ دلدا گان جمہوریت کا ایک پہلو یہ بھی سامنے آگیا کہ کسی بھی جمہوریئے نے ''جمہوریت بہترین انتقام'' کے اعلان کی مذمت یا تردید نہیں کی اور نہ ہی لوٹ کھسوٹ، جرم پوشی، یا عدلیہ سے محاذ آرائی کو جمہوریت سے متصادم قرار دیا بلکہ جس قدر تنقید کی جا رہی ہے وہ صرف افراد اور پارٹی پر ہے کیونکہ حریف اوّل کی تاریخ میں بھی تو ایک سابق چیف جسٹس سجاد حسین سے سلوک کا شرمناک باب ہے۔

اس وقت تو اپنی کرتوتوں 'یا جو بھی کہہ لیں' کے باعث تو ہدف تنقید موجودہ حکمران یعنی پی۔ پی ہیں۔ لیکن دیگر سیاسی جماعتوں کے دامن میں نعرۂ جمہوریت کے سوا اور کیا ہے؟ ایک سیاسی مذہبی جماعت جس کا نصف صدی سے زیادہ کا نعرہ اسلام کے نفاذ یا اقامت دین کا ہے۔ لیکن ان کے سارے منشور یا کارکردگیوں میں امر بالمعروف تو ہے لیکن نہی عن المنکر ہمیں تو کہیں نظر نہیں آیا۔ دوسری جماعت جو مذہبی و سیاسی ہے اور جس کی تاریخ قدیم ہے اور اسلام اس کے نام کا جزو بھی ہے اس جماعت کو کچھ عرصہ ایک بلکہ دو دفعہ ایک پورے صوبے میں حکمرانی میسر بھی ہوئی۔ لیکن ان کی ایسی کوئی کارکردگی سامنے نہیں آئی جس میں خلافت علی منہاج النبوۃ کی کوئی جھلک بھی پائی جاتی ہوتی کہ یہ با اختیار جماعت اپنے دائرۂ اقتدار میں اگر اپنے فقہی مسلک پر مبنی قوانین ہی نافذ کر دیتی تو وہ کم از کم دین اسلام یا اسلامی فقہی تاریخ کا کوئی باب تو ہوتا۔ مسالک کے عنوان پر جن اصحاب مسالک نے سیاسی جماعتیں تشکیل دے رکھی ہیں بعض تو عقیدے سے قطع نظر (اھون البلیتین) یعنی کم نقصان دہ کے اصول پر کسی نہ کسی سیاسی جماعت کے ساتھ چپکی ہوئی ہیں اور بعض جماعتیں کشش ثقل کے ساتھ ساتھ ان کی سیاسی رائے میں استحکام سے ہمیشہ محروم رہیں۔ لہٰذا عوام کو بھی لیکن خصوصاً اصحاب بصیرت اور ملک و ملت کا درد رکھنے والوں کو چاہیے کہ ناکامیوں اور نامرادیوں کا اصل مرض تلاش کریں جو وطن عزیز کو گھن کی طرح چاٹ رہا ہے۔ ہمارے خیال میں تو جب تک کوئی سیاسی جماعت امر بالمعروف......وہ بھی اب ناپید ہو رہی ہیں......کے ساتھ نہی عن المنکر کے جذبے اور داعیے کے ساتھ میدان سیاست میں نہیں اترے گی۔ تب تک ہماری سیاست کا قبلہ درست نہ ہو سکے گا۔ نہی عن المنکر کیا ہے؟ یہ کوئی ایسی بجھارت نہیں جسے کوئی جانتا نہ ہو۔ مسالک کے فقہی اختلافات کے باوجود نہی عن المنکر ایک ایسا عنوان ہے جس پر مسالک کا اتحاد عین ممکن ہے؟

درس قرآن

قسط نمبر ۲۹

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَاِنۡ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ﴾ اور وہ سب ہمارے پاس حاضر ہوں گے۔ تمام انسان، کیا پہلے کیا پچھلے، سب ہمارے پاس حاضر ہوں گے۔ ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے۔ اگر نیک ہوں گے تو بدلہ اچھا اور بھلا ملے گا، اگر بُرے ہوں گے تو انجام بُرا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس سب نے جمع ہونا، اللہ ہی نے حساب لینا ہے اور اللہ ہی نے اعمال کی جزا دینی ہے۔ پہلی آیت میں تھا کہ جو یہاں سے چلے گئے وہ واپس نہیں آئیں گے۔ اس آیت میں ہے کہ جو یہاں سے آگے چلے گئے، اسی پر معاملہ ختم نہیں ہوجائے گا بلکہ ہمارے پاس سب آئیں گے اور اپنے اپنے اعمال کی جزا پائیں گے۔ ان کی واپسی کا کوئی امکان نہیں، اس لیے مکذبین پر افسوس ہے کہ انھوں نے زندگی ضائع کردی، ہمارے رسول کا انکار بلکہ استہزا کیا، دوسرے مکذبین کے انجام سے بھی انھوں نے کوئی سبق نہیں لیا۔ اب ہمارے پاس اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے۔

﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الۡاَرۡضُ الۡمَيۡتَةُ ۖۚ اَحۡيَيۡنٰهَا وَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهَا حَبًّا فَمِنۡهُ يَاۡكُلُوۡنَ ○ وَجَعَلۡنَا فِيۡهَا جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ وَّفَجَّرۡنَا فِيۡهَا مِنَ الۡعُيُوۡنِ○﴾ [یٰس: ۳۳،۳۴]

’’اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے اور ان میں کئی چشمے پھاڑ نکالے۔‘‘

اس سے پہلی آیت میں ذکر ہوا ہے کہ سب انسانوں نے بالآخر ہمارے ہاں حاضر ہونا ہے۔ اور اس سے پہلے رسولوں کی دعوت توحید کا قصہ بیان ہوا ہے۔ یہی دونوں، یعنی توحید اور آخرت کا عقیدہ رسول اللہ ﷺ نے پیش کیا تو کفار نے تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ آئندہ کی آیات میں انھی دونوں کے بارے میں آفاقی وتکوینی دلائل کا بیان ہے۔

﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ﴾ میں ’’اٰیۃ‘‘ نکرہ تفخیم شان کے لیے ہے کہ اگر وہ ان بنیادی عقائد کے بارے میں کوئی نشانی طلب کرتے ہیں تو اس کے لیے اِدھر اُدھر جانے کی ضرورت نہیں، خود اُن کے پاؤں کے نیچے موجود زمین ان حقائق کی بڑی نشانی ہے۔

﴿الۡاَرۡضُ الۡمَيۡتَةُ ۖۚ اَحۡيَيۡنٰهَا﴾ مردہ زمین، یعنی بنجر زمین جس میں نباتاتی زندگی کی کوئی رمق نہیں ہوتی، اسے ہم زندگی بخشتے ہیں۔ ہمارے سوا نہ کوئی بارش برسانے والا ہے اور نہ ہی بارش کے بعد بنجر زمین سے ہمارے سوا کوئی نباتات اُگانے والا ہے۔ قرآنِ مجید میں توحید کی ابتدائی دعوت کے ضمن میں اسی حقیقت کا بیان ہے:

﴿الَّذِىۡ جَعَلَ لَـکُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّـكُمۡ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا وَّاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ○﴾ [البقرۃ: ۲۲]

’’اس کی عبادت کرو جس نے تمھارے لیے زمین کو ایک بچھونا اور آسمان کو ایک چھت بنایا اور آسمان سے پانی اُتارا، پھر اِس کے ساتھ کئی طرح کے پھل تمھاری روزی کے لیے پیدا کیے، پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ جب کہ تم جانتے ہو۔‘‘

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اَفَرَءَيۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِىۡ تَشۡرَبُوۡنَ ○ ءَاَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡهُ

مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾ [الواقعة: ٦٨، ٦٩]

’’کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اُتارا ہے یا ہم ہی اُتارنے والے ہیں۔‘‘

زمین سے پیدا ہونے والی کھیتیوں کے بارے میں بھی فرمایا:

﴿اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾ [الواقعة: ٦٣، ٦٤]

’’کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم ہی اُگانے والے ہیں؟‘‘

اسی حقیقت کا بیان اس سے بعد کی آیت میں ہوا کہ ﴿وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ﴾ حالاں کہ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، یہ سب کچھ میں نے بنایا ہے اور میرے حکم سے ہوا ہے۔ میری معرفت کی نشانی یہ زمین ہے، کہیں ریتلی ہے کہیں پتھریلی اور پہاڑی، کہیں بھربھری، کہیں بھوری، کہیں سفیدی مائل ہے۔ یہ زمین اور اس کے بنانے میں یہ تنوع میں نے قائم رکھا ہے، اس پر تمھارا بسیرا ہے، اسی پر چلتے پھرتے ہو اور اسی سے تمھارے کھانے کی اشیاء نکل رہی ہیں، اسی میں بالآخر تمھیں دفن ہونا ہے:

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا وَجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ [المرسلت: ٢٥۔٢٨]

’’کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟ زندوں کو اور مردوں کو۔ اور ہم نے اس میں بلند پہاڑ بنائے اور ہم نے تمھیں نہایت میٹھا پانی پلایا۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

زندہ انسان زمین پر ہی بستے ہیں اور مرنے کے بعد بھی اسی میں دفن ہوتے ہیں اور جو دفن نہیں ہوتے آگ سے جلنے یا پانی میں ڈوبنے کے بعد یا کسی نہ کسی واسطے سے اسی زمین کا حصہ بنتے ہیں، اس لیے اوّلاً تو یہ زمین بجائے خود ایک بڑا انعام اور اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ ثانیاً جو ہستی زمین بنانے پر قادر ہے، اس کے لیے انسان کے مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [الأحقاف: ٣٣]

’’اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خود قادر ہے۔‘‘

زمین و آسمان کی تخلیق سے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا یہ استدلال ایک اور مقام پر یوں ہے:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ [الإسراء: ٩٩]

’’اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس پر قادر ہے کہ ان جیسے پیدا کر دے اور اس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں، پھر (بھی) ظالموں نے کفر کے سوا (ہر چیز سے) انکار کر دیا۔‘‘

اس لیے جو ہستی زمین و آسمان بنانے پر قادر ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ انسان کو دوبارہ زندہ کرے مگر اس کے لیے ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آئے گا تو اُس کے ایک حکم سے انسان دوبارہ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

اوّلاً تو یہ زمین بجائے خود اس حقیقت پر دلیل ہے مگر اِس پر دوسری دلیل اور نشانی یہ ہے کہ

﴿اَحْيَيْنٰهَا﴾ ہم نے اس مردہ زمین کو حیات بخشی۔ ہم نے اسے زندگی اور تازگی عطا کی جو تمھارے لیے رعنائی اور دل رُبائی کا باعث بنتی ہے۔ غور کرو! جس طرح ہم اس مُردہ زمین کو زندگی بخشنے پر قادر ہیں اسی طرح تمھارے مرنے اور مٹی میں دفن ہونے کے بعد

تمھیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہیں۔ حیات بعد الممات پر یہ استدلال قرآنِ مجید میں کئی مقام پر ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

''ہم نے آسمان سے بابرکت پانی اُتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ باغات اور کاٹی جانے والی کھیتی کے دانے اُگائے۔ اور کھجوروں کے درخت لمبے لمبے جن کے تہ بہ تہ خوشے ہیں۔ بندوں کو روزی دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح (قبروں سے) نکلنا ہے۔'' (ق: ۹-۱۱)

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾ [فاطر: ۹]

''اور اللہ ہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا، پھر وہ بادل کو اُبھارتی ہیں، پھر ہم اسے ایک مردہ شہر کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے ساتھ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں، اسی طرح اٹھایا جانا ہے۔''

زمین کی زندگی سے حیات بعد الممات پر استدلال کی مزید ضروری تفصیل کے لیے سورۂ فاطر اور سورۂ قٓ کی انھی آیات کے تحت جو کچھ ہم لکھ آئے ہیں اس پر ایک نظر ڈال لیجیے۔ [1]

﴿وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا﴾ زمین کی زندگی کے نتیجے میں ہم نے اس سے غلہ نکالا۔ ''حَبٌّ'' اور ''حَبَّةٌ'' گندم، جو، باجرہ، مکئی، چنا وغیرہ کے دانے کو کہتے ہیں، یعنی اناج کی تمام اقسام پر ''حَبٌّ'' کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور خوش بُو دار پودوں اور پھلوں کے بیج کو ''حِبٌّ'' اور ''حِبَّةٌ'' کہا جاتا ہے۔ (مفردات)

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ غلے کی صورت میں متعدد اجناس پیدا کیں۔ اگر غلے کی صرف ایک ہی قسم ہوتی تو انسان اکتا جاتا۔ بنی اسرائیل تو ''من وسلویٰ'' سے اکتا گئے تھے۔ بیماری کی صورت میں اگر ایک کو دل نہ چاہے تو دوسری متبادل اشیاء موجود ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فیضان وکرم کا نتیجہ ہے۔

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے ہفت روزہ الاعتصام، جلد: ۶۲، شمارہ ۳۹، مجریہ یکم تا ۷/ اکتوبر ۲۰۱۰ء اور جلد: ۶۳، شمارہ: ۲۱، مجریہ ۲۷/ مئی تا ۲/ جون ۲۰۱۱ء۔

درسِ حدیث

توفیق الباری

''الادب المفرد'' للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: الدعاء في الولادة

بچے کی ولادت پر دعا کرنا

١٢٩١ . عن معاوية بن قرة يقول: لما ولد لي إياس دعوت نفرا من أصحاب النبي ﷺ فأطعمتهم فدعوا، فقلت: إنكم قد دعوتم فبارك الله لكم فيما دعوتم وإني إن أدعو بدعاء فأمنوا، قال: فدعوت له بدعاء كثير في دينه وعقله، وكذا قال: فإني لأتعرف فيه دعاء يومئذ.

''حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میرے ہاں ایاس رضی اللہ عنہ پیدا ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو دعوت دی اور ان کو کھانا کھلایا۔ انھوں نے دعا کی تو میں نے کہا: تم نے دعا کی ہے، اللہ تعالیٰ تمھیں بھی برکت دے جو تم نے ہمارے لیے دعا کی ہے۔ اب میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہو، چنانچہ میں نے بچے کے دین وعقل مندی وغیرہ کے لیے دعا کی اور اس دن کی دعا مجھے اب تک یاد ہے۔''

باب: من حمد الله عند الولادة إذا كان سويا ولم يبال ذكراً أو أنثى

صحیح سلامت بچہ یا بچی کی ولادت پر اللہ کا شکر ادا کرنا

١٢٩٢ . عن كثير بن عبيد قال: كانت عائشة رضي الله عنها إذا ولد فيهم مولود - يعني في أهلها - لا تسأل: غلاما ولا جارية، تقول: خلق سويا؟ فإذا قيل: نعم، قالت: الحمد لله رب العالمين.

''حضرت کثیر بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خاندان میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو یہ نہ پوچھتی تھیں کہ لڑکا ہے یا لڑکی بلکہ یہ پوچھتیں کہ صحیح سلامت ہے۔ جب بتایا جاتا بالکل صحیح ہے تو آپ فرماتیں: الحمد لله رب العالمين۔ ہر قسم کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔''

باب: حلق العانة

زیر ناف بالوں کا مونڈنا

١٢٩٣ . عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ((خمس من الفطرة: قص الشارب، وتقليم الأظفار، وحلق العانة، ونتف الإبط، والسواك.))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: مونچھیں تراشنا، ناخن کاٹنا، زیر ناف بالوں کا مونڈنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا اور مسواک کرنا۔''

باب: الوقت فيه [في حلق العانة]

بال وغیرہ اُتارنے کا وقفہ

١٢٩٤ . عن نافع أن ابن عمر كان يقلم أظافيره في كل خمس عشرة ليلة، ويستحد في كل

شهر .

’’حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر ہر پندرہ دن بعد ناخن کاٹتے اور زیر ناف بال ہر ماہ میں مونڈتے تھے۔‘‘

فائدہ: ناخن کاٹنے اور بال مونڈنے کی یہ مدت انتہائی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہر جمعہ کو ناخن تراشے جائیں اور ہر پندرہ دن بعد استحداد (لوہے کا استعمال، یعنی زیر ناف اور بغلوں کے بال مونڈنا) کیا جائے۔ اور چالیس دن سے زیادہ تاخیر بجائے خود مکروہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں مذکور ہے۔ جلدی اور تاخیر اس معاملے میں طبائع انسانی پر موقوف ہے۔ واللہ اعلم

باب : القمار

جوا کھیلنے کا بیان

١٢٩٥ . عن جعفر بن أبي المغيرة قال: نزل بي سعيد بن جبير فقال: حدثني ابن عباس أنه كان يقال: أين أيسار الجزور؟ فيجتمع العشرة فيشترون الجزور بعشرة فصلان إلى الفصال، فيجيلون السهام فتصير لتسعة حتى تصير إلى واحد ويغرم الآخرون فصيلا فصيلا إلى الفصال، فهو الميسر . (ضعيف الإسناد موقوف)

’’حضرت جعفر بن ابو المغیرہ سے روایت ہے کہ سعید بن جبیر میرے پاس آئے اور کہنے لگے: مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ لوگ اس طرح کہا کرتے تھے: جوئے کے اونٹ پر کہاں بازی لگی ہے؟ جب انھیں جوئے کا اونٹ مل جاتا تو دس آدمی جمع ہوتے اور اونٹ کے دس بچوں کے بدلے میں ایک اونٹ خرید لیتے اور طے کر لیتے کہ جیسے جیسے بچے پیدا ہوتے جائیں گے اونٹ والے کو دے دیا کریں گے، پھر تیر گھماتے۔ ان میں نو تیروں کا حصہ ہوتا، ایک تیر کا نہ ہوتا۔ تیر گھماتے جاتے۔ وہ سب حصے ایک ہی شخص کے ہو جاتے اور دوسرے لوگ اونٹ والے کو بطور تاوان ایک ایک بچہ دیتے رہتے۔ یہ اہل عرب کا جوا تھا۔‘‘

١٢٩٦ . عن ابن عمر قال: الميسر القمار .

’’حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”المیسر“ سے مراد جوا ہے۔‘‘

باب : قمار الديك

مرغ کے ساتھ جوا کھیلنا

١٢٩٧ . عن ربيعة بن عبد الله بن الهدير بن عبد الله ، أن رجلين اقتمرا على ديكين على عهد عمر ، فأمر عمر بقتل الديكة ، فقال له رجل من الأنصار: أتقتل أمة تسبح؟ فتركها .

(ضعيف الإسناد موقوف)

’’ربیعہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دو آدمیوں نے دو مرغوں پر جوا لگایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مرغوں کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ انصار کے ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ تسبیح کرنے والے جانور کو ذبح کریں گے! چنانچہ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔‘‘

باب : من قال لصاحبه :تعال أقامرك

جو شخص اپنے ساتھی سے کہے: آؤ! جوا کھیلیں

١٢٩٨ . إن أبا هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ((من حلف منكم فقال في حلفه: باللات والعزى، فليقل: لا إله إلا الله، ومن قال لصاحبه: تعال أقامرك فليتصدق .))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص لات و عزیٰ کی قسم اُٹھائے اسے چاہیے کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا: آؤ! جوا کھیلیں۔ اس کو چاہیے کہ صدقہ کرے (تا کہ لا الٰہ الا اللہ سے تجدید ایمان اور صدقے سے گناہ کی دعوت کا کفارہ ہو جائے۔)‘‘

درس وموعظت

قسط نمبر ①

اللہ تعالیٰ کی مدد بہ ذریعہ صبر اور نماز

عبدالواحد گوندل، گوجرانوالہ

ہجرت کے بعد حکم الٰہی سے قبلہ تبدیل کر دیا گیا۔ اب مسجد اقصیٰ کی بجائے مسجد حرام کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی جائے۔ یہ تبدیلی اس امر کا اعلان تھی کہ بنی اسرائیل کو امامت وپیشوائی سے معزول کر کے امت محمدیہ کو یہ کام تفویض کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا:

اے مسلمانو! ہم نے جیسے گزشتہ قوموں کی طرف رسول بھیجے تھے اسی طرح اب ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا ہے جو تم کو میری آیات سناتا، تمھاری زندگیاں پاک صاف کرتا، تمھیں حکمت کی تعلیم دیتا اور تم کو وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم جانتے نہ تھے، اس لیے تم مجھے یاد رکھو، میں تم کو یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو، کفرانِ نعمت نہ کرو۔‘‘ (البقرة: ۱۵۱، ۱۵۲)

دوسرے انبیائے کرام کی طرح رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام بتائے، عمل کر کے واضح کیا، دین اسلام کو قائم کرنے کے لیے ہر طرح کے مصائب برداشت کیے، پھر یہ امانت ہمارے سپرد کر کے اور اس فرض کو ہمارے ذمہ لگا کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے۔

اس فرض کی ادائیگی بڑا مشکل کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے کہ اس نے اس کام کو آسان بنانے کے لیے ایک طریقہ بتا دیا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ [البقرة: ۱۵۳]

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر اور نماز سے مدد لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ فریضۂ اقامتِ دین کی ادائیگی اور شہادتِ حق کی بھاری خدمت کا بوجھ اٹھانے کے لیے جس طاقت کی ضرورت ہے وہ تمھیں دو چیزیوں سے حاصل ہوگی: ایک صبر کی صفت ہے، اس کو اپنے اندر پیدا کرو۔ دوسری چیز نماز ہے، نماز کی ادائیگی سے اپنے آپ کو مضبوط کرو۔

صبر کا معنیٰ:

تحمل، سہنا، جمے رہنا، تنگی میں روکے رکھنا، اپنے دل کو اس طرح روک رکھنا جس طرح عقل اور شرع کا تقاضا ہے۔ (لغات القرآن از نعمانی) بہادری سے برداشت کرنا۔ (المنجد) خاموشی، برداشت، بردباری، تحمل۔ (فیروز اللغات)

صبر کی حقیقت:

صبر کی حقیقت یہ ہے کہ انسان سخت سے سخت کام کی کدورت اپنے اوپر نہ آنے دے۔ مشکل وقت اور مصیبت کے لمحات میں جزع فزع، واویلا، آہ وبکا، نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے صبر کی خوبی صرف انسانوں کو عطا کی ہے۔ عقل غالب ہوجائے، شہوت زائل ہوجائے، جذباتی کیفیت ختم ہوجائے، انسان اپنے آپ پر کنٹرول کرلے، اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو دل وجان سے تسلیم کرلے، اس حالت کو صبر کہتے ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو صفتوں والا صابر اور شاکر ہے:

۱: معاملات دنیا میں اپنے سے کم حیثیت والے کی طرف دیکھے اور ذکر وشکر کرے کہ میں اس سے بہتر حالات میں ہوں۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ صابر ہے نہ شاکر۔

۲: اللہ کے دین کو قائم کرنے، ذکر وشکر اور سپاس گزاری میں خاص

حالات کی وجہ سے مشکل پیش آرہی ہو تو صبر سے کام لو۔ استقلال دکھاؤ، ایسا نہ ہو کہ حق کی قولی اور عملی شہادت میں کوتاہی ہو جائے۔

قرآنِ مجید میں انیس مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ اس سے اس کی اہمیت واضح ہے۔ اس طرف بار بار اس لیے توجہ دلائی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیائے کرام سے زیادہ مصائب کا سامنا ہوا ہے۔ آپ ﷺ کے رفقاء اور امت کو بھی تکالیف وآزمائشوں سے دوچار ہونا تھا، اس لیے آپ ﷺ کے صحابہ کو مخاطب کر کے پچھتر دفعہ صبر کا حکم دیا گیا ہے۔

کیسے ہی پریشان کن حالات ہوں اور بے شمار مصائب آئیں، اُن کو برداشت کیا جائے اور نشانِ منزل صراطِ مستقیم پر چلتے رہیں۔ گھبرا کر اور دل برداشتہ ہو کر راستہ نہ بدل لیں، آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے:

﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ [لقمان: ١٧]

''اور جیسی (مصیبت بھی) پڑے اسے جھیل! یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔''

سیرتِ رسول ﷺ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ کیسے ہی پریشان کن حالات ہوئے، کیسی ہی مصیبتیں آئیں، آپ ﷺ نے صبر کا دامن کبھی نہ چھوڑا۔

غم اُمڈ آئیں، مصائب گھیر لیں، غربت میں مبتلا ہوں، بیماریوں سے دوچار ہوں یا دشمن کا خوف ہو، عزیزوں کی موت واقع ہو، کسی اور طرح کی آزمائش آجائے، ان کو برداشت کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے شکوہ نہ کرے، تقدیر کو نہ کوسے بلکہ یہ خیال کرے کہ میری کسی خطا اور کوتاہی کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ تو اکثر خطاؤں سے درگزر کرتے رہتے ہیں۔

پُر ہجوم آزمائشوں، مصائب اور نقصانات میں اپنے آپ کو سنبھال لینا صبر ہے، اگر ایسا نہ ہو تو بے صبری ہے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کا نام صبر ہے:

١: اپنی مصیبت کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

٢: اپنے دل کا دکھڑا کسی کے سامنے نہ رونا۔

٣: اور ساتھ ہی اپنے نفس کو پاک نہ سمجھنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے خون آلودہ پیرہن کو دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا: تعجب ہے! بھیڑیا یوسف کو کھا گیا، اس کا کرتا خون آلود ہوا مگر کہیں سے پھٹا نہیں۔ خیر میں صبر کروں گا جس میں کوئی شکایت نہ ہو نہ کوئی گھبراہٹ ہو۔ (ابن کثیر)

مصیبت اور آزمائش کے وقت اس طرح قائم رہنا صبر ہے۔

بے صبری:

اللہ تعالیٰ کی مشیت کو تسلیم نہ کرنا، اُس کے فیصلے کے خلاف زبان استعمال کرنا، تقدیر کے خلاف احتجاج کرنا، پریشان حالی میں گلہ بے صبری ہے۔ دین پر عمل ہوگا تو بعض مصائب آئیں گے۔ تبلیغ دین میں مشکلات سے لازماً دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جان و مال کا نقصان بھی ہوسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ تکالیف و مصائب پر اور خاص طور پر مرگ کے موقع پر بے صبری سے منع کرتے تھے۔ آپ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کی وفات پر مدینہ منورہ کی عورتیں روتی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان کی آواز سے دور رہو، یعنی آواز بلند نہ کرو۔ جو کچھ آنکھ و دل سے ہے وہ اللہ کی رحمت ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (مسند احمد)

اور مسلم میں ذکر ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية فليس منا.))

دوسری حدیث میں جس کے راوی عبداللہ بن مسعود ہیں ((لطم الخدود)) بھی ہے۔ یعنی جس نے اپنے رخساروں پر طمانچے مارے، گالوں کو کھرونچا، کپڑے پھاڑے، گریبان چاک کیا اور زمانہ جاہلیت کی ہائے وائے، یعنی بین کیے وہ ہم میں سے نہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:
((أنا بريء ممن حلق وصلق وخرق .))
''میں اس سے بیزار ہوں جو سوگ میں سر کے بال منڈوائے، چیخے چلائے اور کپڑے پھاڑے۔''

جنگ موتہ میں جعفر بن ابی طالب کی شہادت ہوئی۔ آپ بہت غمزدہ ہوئے۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں عورتیں بلند آواز سے روتی تھیں۔ دو مرتبہ آپ نے منع کرنے کے لیے بھیجا۔ تیسری دفعہ شکایت آنے پر فرمایا: ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات پر بعض عورتیں مرثیے پڑھتیں اور بین کرتی تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی، آپ اُس مکان میں گئے۔ ایک ایک عورت کو بلاتے، درّے مارتے اور باہر نکالتے جاتے۔ درّہ لگتے ہوئے ایک عورت کی چادر سر سے گر گئی۔ ایک صاحب نے کہا: "خمارھا" یعنی اس کی چادر اور اوڑھنی سرک گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نافرمانی کے بعد اس کی عزت کہاں رہی؟ (منتخب کنز العمال)

ابوداود میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے اور سننے والی پر لعنت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی۔ ایک روایت میں ۴۵۷ کی تعداد کا ذکر ہے۔ آپ اُن سے عہد لیتے کہ وہ شرک، چوری، زنا، قتل اولاد، بہتان تراشی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے باز رہیں گی۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے یہ اقرار بھی لیتے تھے:

۱: کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں۔
۲: طمانچوں سے منہ نہ پیٹیں۔
۳: سر کے بال نہ کھینچیں۔
۴: گریبان چاک نہ کریں۔
۵: (اظہارِ افسوس کے لیے) سیاہ کپڑے نہ پہنیں۔
۶: قبر پر سوگواری میں نہ بیٹھیں، یعنی مجاوری نہیں کریں گی۔

مرنے والے کو نوحہ کی وجہ سے قیامت کے دن عذاب ہوگا۔
(بخاری، مسلم)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں حدیث لائے ہیں کہ ورثاء کے نوحے کی وجہ سے مردے پر گرم پانی ڈالا جاتا ہے۔ بعض نے اس میں اختلاف کیا ہے، البتہ اس پر اتفاق ہے کہ اگر وہ نوحہ پسند کرتا یا اس کے لیے کہہ گیا تھا تو عذاب ہوگا۔ اس کی نوعیت غالباً مندرجہ ذیل واقعہ کی طرح ہوگی:

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شدید بیمار ہوگئے۔ سمجھ لیا گیا کہ فوت ہوگئے ہیں۔ ان کی بہن نے کچھ آہ و بکا کی اور کہا: میرا بھائی جبل (پہاڑ) تھا۔ کچھ دیر بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہوش میں آگئے تو پوچھا: کون کہتا تھا کہ میں جبل ہوں؟ بتایا گیا: آپ کی بہن۔ فرمایا: فرشتے غصے سے مجھے پوچھتے تھے: کیا تم پہاڑ ہو؟ کیا لوگ تم پر پناہ لیتے ہیں؟ مرنے والے سے اس طرح سوال وجواب ممکن ہے۔ ایک حدیث میں ہے فرشتے لوہے کا گرز اٹھاتے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھتے: کیا تُو ایسا ہے؟ (شرح بخاری از مولانا داود راز: ۵/۵۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم جو مصری باندی ماریہ سے تھے، وہ خولہ بنت منذر زوجہ ابوصیف براء بن اوس رضی اللہ عنہ کے ہاں عوالی مدینہ میں پرورش پا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بچہ نازک حالت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہم راہ گئے۔ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر فوت ہوگیا۔ آنسو بہہ نکلے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہمیں رونے سے آپ روکتے ہیں اور خود رو رہے ہیں۔ فرمایا: ''رونے سے نہیں روکتا، یہ کسی کے بس میں نہیں۔ زبان کا استعمال کرنے سے روکتا ہوں، پھر فرمایا:

((إن العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول إلا ما يرضى به ربنا وإنا بفراقك يا إبراهيم لمحزونون .))

''آنکھوں میں آنسو ہیں، دل میں غم ہے لیکن ہم کوئی ایسی

بات زبان سے نہیں نکالیں گے جس پر ہمارا ربّ راضی نہ ہو، البتہ اے ابراہیم! تیری جدائی سے ہم غمگین ضرور ہیں۔''

جنگ موتہ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ بروقت اور بے وقت موت صدمہ ہے، اچانک موت بڑا صدمہ، جوانی کی موت سخت تکلیف دہ، انسان اپنے آپ پر قابو نہ رکھے تو زبان سے نازیبا الفاظ نکل جاتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل پر عدمِ اعتماد کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر اقدام وفیصلہ بروقت اور بہتری پر مبنی ہے۔ وہی جانتا ہے کہ مستقبل کے پردے میں مرنے والے کے ورثاء کے لیے اس نے کیا کچھ پوشیدہ رکھا ہوا ہے۔ عین ممکن ہے مورث اپنی زندگی میں جو کچھ مہیا نہیں کرسکا اس سے بھی زیادہ ورثاء کو مل جائے۔

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے ''رسائل ومسائل'' میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہر باغبان اور کاشت کار کو حق حاصل ہے کہ اپنے باغ اور کھیت میں جس درخت اور پودے کو چاہے اکھاڑ کر باہر پھینک دے۔ وہ سمجھتا ہے یہ چھوٹے پودے بڑے کی افزائش میں حائل ہیں یا یہ بڑا درخت دوسروں کو اُگنے اور بڑھنے نہیں دیتا، اس لیے باغ کی آبادکاری اور ترقی کے لیے اس کا ختم کرنا ضروری ہے۔ بعینہ اللہ تعالیٰ باغِ دنیا اور اس کے کھیت کائنات کا مالک ہے۔ اُن کا علم، حلم، رحمت اور اختیار پوری طرح وسیع ہے۔ تمام فیصلے بروقت ہیں، انصاف پر مبنی ہیں، ذرّہ برابر بھی ظلم کا تصور نہیں ہے۔ موت اور دوسرے مصائب کے بے موقع وقوع کا خیال بے صبری وعجلت پسندی ہے۔

واقعہ موت اور دوسرے مصائب کے وقت احکام شریعت کی پروا نہ کرنا بھی بے صبری ہے۔ جناب سوید بن مخلد بنوقریظہ کے محاصرے کے دوران شہید ہوگئے۔ اُن کی والدہ ماجدہ کو بلایا گیا۔ وہ پورے حجاب میں وہاں تشریف لائیں۔ لوگوں نے پوچھا: تمھارا بیٹا سوید فوت ہوگیا، تم اس قدر پردہ کررہی ہو۔ انھوں نے جواب دیا: میرا بیٹا تو کھویا گیا ہے، کیا میں اپنی عزت اور وقار بھی کھودوں۔ (منتخب کنز)

ہمارا حال یہ ہے کہ وفات والے گھرانے میں عورتوں کو کچھ ہوش نہیں ہوتا۔ گریبان کھلے ہوئے، بال بکھرے ہوئے۔ غضب یہ کہ اس حالت کی تصاویر اخباروں میں چھپ رہی ہیں۔ مسلمان عورت کا رویہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، صبر سے کام لینا چاہیے۔ بے صبری سے بچنا ضروری ہے۔ جان بچا لینا تو ہمارے بس میں نہیں، ہمیں وقار اور عزت تو بچا لینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد بہ وسیلۂ نماز:

شریعت نے جن کاموں سے منع کیا ہے، ان سے رکنا تحمل اور استقلال، یعنی صبر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کو نصف ایمان فرمایا ہے۔ جو احکامِ شریعت مشکل معلوم ہوں، ان پر عمل وتعمیل شاق گزرے تو اُن کے آسان ہونے کا طریقہ صبر ہے۔ جب حالات زیادہ خراب ہوں، صبر محال ہو رہا ہو، صبر کا بند ٹوٹنے کو ہو رہا ہو، لاچار و بے بس ہوتے ہوئے صبر وحوصلے کا دامن ہاتھ سے چھوٹ رہا ہو تو اِن حالات میں اللہ تعالیٰ نے طلب مدد کا ایک اور ذریعہ بتایا ہے اور وہ ہے نماز۔ نازک حالات میں نماز ادا کر کے خالق سے مدد مانگو، یہ وسیلہ ہے۔

اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے صلاۃ حاجت پڑھیے۔ بے قراری اور پریشانی کو دور کرنے کے لیے نفل نماز ادا کریں۔ امام ابوداود رحمہ اللہ یہ حدیث لائے ہیں:

"كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم إذا حربه أمر فصلى."

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مشکل حالات کا سامنا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔''

غم وفکر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے۔ فرمایا:

((قرة عيني في الصلاة.))

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔''

واللہ! میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ان مواقع پر نماز سے ایک خاص سکون وطمانیت حاصل ہوتی ہے جس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوگئے۔ اس قدر غشی ہوئی کہ لوگ ان کی زندگی سے مایوس

ہوگئے۔ ان کی اہلیہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط اٹھیں اور ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ﴾ [البقرۃ: ۱۵۳] پڑھا۔ مسجد میں جا کر نماز میں مشغول ہوگئیں۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ہوش میں آ گئے اور افاقہ ہوگیا۔

دعا نماز کا حصہ ہے بلکہ دعا عبادت ہے:

((الدعاء هو العبادة .))

''دعا ہی تو عبادت ہے۔''

دعا بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کا وسیلہ ہے۔ مسند احمد میں ہے، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے بڑے خوش خوش آئے۔ ان کی اہلیہ محترمہ نے خوشی کی وجہ پوچھی تو فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج ایک دعا سکھائی ہے کہ جس کو تکلیف و مصیبت پہنچے وہ یہ دعا پڑھے:

((اللهم أجرني في مصيبتي هذا واخلف لي خيرا منها .))

''اے اللہ! مجھے اس مصیبت کا اجر عطا کر اور اس کا اچھا اور بہتر بدل عطا کر۔ (یعنی اس مصیبت سے مجھے نجات دے۔)''

حضرت ام سلمہ نے بھی یہ دعا یاد کر لی۔ حضرت ابوسلمہ فوت ہوگئے تو امّ سلمہ نے یہ دعا کی۔ وہ فرماتی ہیں: میں سوچتی رہی کہ یہ دعا تُو نے کیا کی ہے، ابوسلمہ سے بہتر خاوند کہاں نصیب ہوگا۔ عدت گزری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اندر آنے کی اجازت لی۔ آپ کو ایک گدی پر بٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام سلمہ! میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ گفتگو کے بعد اُمّ سلمہ نے رضامندی ظاہر کر دی اور نکاح ہوگیا۔ اس دعا کی برکت سے امّ سلمہ کو ابوسلمہ سے بہتر خاوند مل گیا۔

مسلمان کو چاہیے کہ بہ وقت مصیبت نماز اور دعا سے اللہ سے مدد کی درخواست کرے۔ نقصان کے ازالے کے لیے اسی کے آگے گڑ گڑائے۔ نماز مومن کی معراج ہے، اس لیے اسی کو اللہ تعالیٰ سے رابطے کے لیے اختیار کرنا چاہیے۔ انسان اپنی بات منانے کے لیے دوسرے انسان کے پاؤں پر سر رکھ دیتے ہیں۔ نماز میں سجدہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے ہم اللہ تعالیٰ کے قدموں پر اپنا سر رکھے ہوئے ہیں۔ دعا نماز اور نماز دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے، اسی لیے نمازِ استسقا میں دعا اور نماز دونوں ہیں جس کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔

جو لوگ صبر کریں گے، نماز اور دعا کو لائحہ عمل بنا لیں گے اللہ تعالیٰ ایسے صابر اور شاکر حضرات کی حاجات پوری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایات، برکات، رحمتیں نازل ہوں گی۔ مصائب کے وقت ثابت قدمی کی بنا پر ان کے لیے ہدایت کا راستہ کھول دیا جاتا ہے اور ان کے دل و دماغ کو صراطِ مستقیم کی طرف پھیر دیا جاتا ہے۔

صبر کا نقطۂ عروج؛ شہادت فی سبیل اللہ:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ [البقرۃ: ۱۵۴]

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انھیں مردہ نہ کہو۔ ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمھیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔''

شہداء کو مردہ نہ کہو، کیوں؟ موت کا لفظ اور اس کا تصور انسان کے ذہن پر ایک ہمت شکن اثر ڈالتا ہے، اس لیے اس بات سے منع کیا گیا کہ شہداء فی سبیل اللہ کو مردہ کہا جائے۔ اس سے جماعت کے لوگوں میں جذبہ جہاد و قتال اور جان فروشی کی روح کے سرد پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس کی بجائے ہدایت کی گئی کہ اہل ایمان اپنے ذہن میں یہ تصور جمائے رکھیں کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جان دیتا ہے وہ حقیقت میں حیات جاوداں پاتا ہے۔ یہ تصور مطابق واقعہ بھی ہے اور اس سے روحِ شجاعت بھی تازہ رہتی ہے۔

اس عظیم الشان آزمائش کے ذکر کے بعد دوسری مختلف آزمائشوں سے آگاہ کیا جا رہا ہے:

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾

[البقرۃ: ۱۵۵]

''اور ہم ضرور تم کو (تھوڑے سے) خوف سے اور بھوک سے اور مال وجان اور پیداوار کی کمی سے آزمائیں گے اور (اے ہمارے پیغمبر ﷺ!) صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجیے۔''

خاص افراد کی آزمائش بھی زیادہ اور خاص ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن کا امتحان لیتے ہیں، صرف چند گنے چنے افراد ہی کی آزمائش نہیں ہوتی۔ ہر ایک کے لیے اس کی نوعیت الگ الگ ہوتی ہے۔ یہاں اس آیت میں خوف، بھوک، مالی نقصان، اموات اور پیداوار کی کمی کا ذکر ہے۔ مصائب اور تکالیف بے شمار ہیں، وہ سب انھی سے متعلق ہیں، اس لیے ان کا الگ سے ذکر نہیں کیا گیا۔

عیش وعشرت کے سب سامان ہوں ساتھ خوف بھی ہو تو سب کچھ ناگوار وبے کار، اس لیے خوف کا ذکر پہلے کیا۔ بھوک اور فاقہ کشی ہو تو عیش وآرام بے معنی اور مکدر، اموال کے تباہ ہونے سے مفلسی کا خطرہ وخدشہ، اولاد کی موت اپنی موت سے بھی سخت تکلیف دہ کہ اولاد سے ہی نسل کا سلسلہ چلتا ہے جو اس کی موت سے منقطع ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ان مصائب پر صبر کرنے والوں کو خوش خبری وبشارت دی گئی ہے۔

کوئی بھی تکلیف ومصیبت دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتی: تلافی مافات یا گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ یا اجر یعنی بعض غلطیوں پر ڈانٹ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو، البتہ یہ پکڑ کسی خاص بُرائی پر ہوتی ہے، اکثر سے تو درگزر رہتا ہے۔ انبیائے کرام اور نیک لوگوں کو بھی مصائب کا سامنا ہوتا ہے جو ان کے گناہوں کی پاداش نہیں بلکہ ترقیِ درجات کے لیے ہوتے ہیں جیسے کسی افسر کو غیر معمولی ترقی دینے سے پہلے اس کو پُر مشقت ٹریننگ کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے خاص بندوں کو مزید انعامات اور بلند درجات سے نوازنا چاہتے ہیں تو اُن کو مصائب کی مزید آزمائشوں میں ڈالتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مصائب ترقیِ درجات کے لیے بھی آتے ہیں تو پھر ان پر غم واندوہ کیوں؟

﴿بِشَیۡءٍ﴾ سے تھوڑا، معمولی اور بعض مراد ہے۔ پورا خوف اور دوسری پوری تکالیف انسان کی طاقت وبرداشت سے باہر ہیں۔

صابرین کے لیے بشارت:

﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ﴾ [البقرۃ: ۱۵۵]

''(اے ہمارے پیغمبر ﷺ!) صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجیے۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی معرفت صبر کرنے والے مومنوں کو بشارت دی ہے۔ یہاں اس خوش خبری کا ذکر نہیں کہ کیا ہے؟ یہ بشارتیں بے شمار ہیں۔ سورۃ السجدۃ میں فرمایا:

﴿فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ﴾ [السجدۃ: ۱۷]

''ان لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے بہت کچھ خفیہ رکھا ہوا ہے۔''

آیت نمبر (۱۵۷) میں صلوات، رحمت اور ہدایت کے ملنے کا ذکر فرما دیا ہے۔ کچھ خوش خبریوں کا بعض احادیث سے پتا چلتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس وقت کسی بندے کے گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں اور اس کے اعمال اس قدر نہیں ہوتے جو ان گناہوں کا کفارہ بن جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو غم میں مبتلا کردیتے ہیں تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے۔'' (مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس وقت اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دنیا ہی میں جلد سزا دیتا ہے، اور جس بندے سے بُرائی کا ارادہ کرتا ہے اس کے گناہوں کے سبب آنے والے مصائب اس سے روک لیتا ہے یہاں تک کہ آخرت میں اس کو پوری سزا دے گا۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں، فرمایا:

''مسلمان کو کوئی رنج، دکھ، فکر، تکلیف اور غم نہیں پہنچتا یہاں

تک کہ کانٹا جو اُس کو لگتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں۔'' (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''میری امت میں سے جس کے دو فرزند فوت ہو گئے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے عوض اس کو جنت میں داخل کرے گا۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس وقت کسی کا بچہ فوت ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں: تم نے میرے بندے کے فرزند کی روح قبض کی، وہ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ تم نے اس کے دل کا میوہ توڑا، وہ کہتے ہیں: ہاں۔ پھر فرماتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا تھا؟ جواب دیتے ہیں: تیری حمد کی تھی اور إنا لله پڑھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔''

(مسند احمد، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''قیامت کے دن میدانِ محشر میں سب پیاسے ہوں گے تو مسلمان بچے، جو نابالغی میں فوت ہو گئے تھے، جنت کا پانی لے کر نکلیں گے۔ لوگ ان سے پانی مانگیں گے، وہ کہیں گے: ہم تو اپنے ماں باپ کو تلاش کر رہے ہیں، یہ پانی اُن کے لیے ہے۔'' (ابن ابی دنیا، مظہری)

ان والدین نے صبر کیا ہوگا۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے تین فرزند فوت ہو جائیں اور وہ صبر کرے تو اس کو جنت کی کنجی اور دوزخ سے بچنے کی ڈھال عنایت ہوتی ہے بعض مردوں اور عورتوں نے سوال کیا: اگر کسی کا ایک بچہ یا دو بچے فوت ہو جائیں تو پھر بھی یہ رُتبہ حاصل ہو جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، اگر حمل گر جائے اور وہ ماں صبر کرے تو وہ بھی اس کو جنت میں لے جائے گا۔''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ایک فرزند وفات پا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو تعزیت نامہ تحریر کرایا۔ اس میں یہ مضمون تھا: اے معاذ! تمھارے بیٹے کو احکم الحاکمین نے بہت سے ثواب کے عوض لے لیا ہے۔

شارحینِ حدیث نے وضاحت کی ہے کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ امید ثواب رکھی جائے اور جزع فزع اور واویلا کی بجائے صبر کیا جائے۔

صابرین کا اجر آخرت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((يود أهل العافية يوم القيامة حين يعطى أهل البلاء الثواب لو أن جلودهم قرضت في الدنيا بالمقاريض .)) (ترمذي)

''دنیا میں عافیت سے رہنے والے جب مصیبت زدہ لوگوں کو ملنے والے عطیاتِ الٰہی دیکھیں گے تو آرزو کریں گے: کاش! ان کے بدن کے چمڑے دنیا میں قینچیوں سے کاٹ دیے جاتے (تاکہ وہ بھی زیادہ اجر پا سکتے۔)''

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [زمر: ۱۰]
''صبر کرنے والوں کو آخرت میں بغیر حساب کے اجر عطا کیا جائے گا۔''

صدقہ، حج، نماز اور دوسری عبادات کا اجر تول کر بہ مطابق حساب دیا جائے گا لیکن اہل بلاء وآزمائش کے لیے ترازو نہیں لگایا جائے گا بلکہ بغیر حساب اور اندازے کے انھیں اجر وثواب دیا جائے گا۔

(جاری ہے)

تحقیق وتدقیق

اکیلے نماز پڑھنے کے بعد جماعت ملنے کی صورت میں

امام کے ساتھ نماز دھرانا

ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر، ایسوسی ایٹ پروفیسر جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

یعنی جب انسان نماز پڑھ چکا ہو، پھر اسے نماز باجماعت مل جائے تو وہ دوبارہ امام کے ساتھ نماز باجماعت میں شامل ہوجائے۔ مندرجہ ذیل احادیث وآثار سے اس عمل کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے:

حدیث ۱:

مالك عن زيد بن أسلم عن رجل من بني الديل يقال له: بسر بن محجن عن أبيه محجن، أنه كان في مجلس مع رسول الله ﷺ فأذن بالصلاة، فقام رسول الله ﷺ فصلى ثم رجع و محجن في مجلسه لم يصل معه، فقال له رسول الله ﷺ: ((مامنعك أن تصلي مع الناس؟ ألست برجل مسلم؟)) فقال: بلى يارسول الله ﷺ! ولكني قد صليت في أهلي، فقال له رسول الله ﷺ: ((إذا جئت فصل مع الناس وإن كنت قد صليت.)) (موطأ إمام مالك: ١٩٣/١)

''مالک نے زید بن اسلم سے اس نے بنی دیل کے بسر بن محجن سے اس نے اپنے باپ محجن سے روایت کیا کہ وہ ایک مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، نماز کے لیے اذان دی گئی تو رسول اللہ ﷺ اُٹھے، آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر آپ ﷺ واپس آئے اور محجن اپنی مجلس میں ہی تھے۔ انھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا: ''تجھے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس نے روکا؟ کیا تو مسلمان نہیں ہے؟'' اس نے کہا: کیوں نہیں یارسول اللہ! لیکن میں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ نماز پڑھ لی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا کہ جب تم آؤ تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو اگرچہ تم نے اس سے پہلے نماز پڑھ لی ہو۔''

اس حدیث کی سند میں بسر بن محجن کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ الموطأ کو امام مالک سے روایت کرنے والے اسے بلا اختلاف ''بسر'' ہی کہتے ہیں، نہ کہ ''بشر بن محمد'' مالک سے کہا گیا کہ کیا یہ ''بسر'' ہے؟ تو آپ نے کہا کہ یہ حدیث بسر سے یا بشر سے مروی ہے، پھر اس کے بعد آپ نے ''عن ابن محجن '' کہا، بسر یا بشر نہیں کہا۔

(الاستذکار لابن عبد البر: ٥/ ٣٤٠)

اس حدیث کو سفیان ثوری نے روایت کیا تو آپ نے شین منقوطہ کے ساتھ بشر کہا ہے، ثوری کی اکثر روایات میں ایسا ہی ہے۔ اور احمد بن صالح مصری نے کہا کہ میں نے اس کی اولاد میں سے ایک جماعت سے دریافت کیا تو اس کا نام بشر ہونے میں مجھ سے دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا، یعنی ثوری کی طرح بشر بتایا۔

(الاستذکار لابن عبد البر: ٥/ ٣٤٠)

اور دارقطنی نے نقل کیا کہ ثوری نے اس سے رجوع کرلیا۔

(تهذيب التهذيب: ١/ ٢٧٦)

ابن حبان نے اپنی (کتاب) ''ثقات ابن حبان'' میں کہا ہے کہ جس نے بشر کہا اس نے وہم سے کام لیا۔

(ثقات ابن حبان: ٤/ ٧٩)

اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں کہا ہے:

"حدثنا وكيع حدثنا سفيان وهو الثوري عن زيد بن أسلم عن بشر أوبسر عن أبيه."

اس کی حدیث ذکر کرنے کے بعد آپ نے کہا کہ احتمال ہے کہ اس میں شک وکیع کی طرف سے ہو۔

(مسند أحمد، رقم الحديث: ١٦٥٠٩)

امام ذہبی نے اسے "میزان الاعتدال في نقد الرجال" (١/ ٣٠٩) میں بسر کے نام کے ساتھ ذکر کرنے کے باوجود "تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام" (٤/ ٣٠٣) میں کہا ہے:

"والأصح أنه بشر بالكسر وشين معجمة."

یعنی یہ باء کی زیر اور نقطہ والی شین کے ساتھ ہے۔

اور مالک وغیرہ نے بشر اور بسر کہا ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے ''الجرح والتعدیل'' میں کہا ہے کہ بشر کہا جاتا ہے اور ''بسر'' باء اور سین کی پیش کے ساتھ زیادہ صحیح ہے۔

(الجرح والتعديل: ١/١/ ٤٢٣،٤٢٤)

حدیث ہذا سے مسائل کا استخراج:

اس حدیث سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے محجن سے پوچھا:

((مامنعك أن تصلي مع الناس؟ ألست برجل مسلم؟))

''تجھے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس نے روکا؟ کیا تُو مسلمان نہیں ہے؟''

اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا، اگر چہ وہ موحد ہی کیوں نہ ہو، وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص اقامت صلاۃ کا اقراری ہو اُسے نمازی سمجھا جائے گا جیسے محجن نے کہا: "قد صليت في أهلي." ''میں نے اپنے گھر والوں میں نماز پڑھ لی ہے۔'' تو آپ ﷺ نے اس سے قبول فرمایا۔ اس حدیث میں اس شخص کے لیے کوئی حجت نہیں جو یہ کہے کہ نماز قائم کرنے کے بغیر صرف اقرار نماز سے بے نماز کا خون بہانا روک لیا جائے گا کیوں کہ محجن نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں نماز پر یقین رکھتا ہوں، اس کا اقراری ہوں لیکن میں نماز پڑھتا نہیں ہوں۔ بلکہ اس نے کہا تھا: ''میں نے نماز پڑھ لی ہے۔'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اسے کسی چیز نے نجات دلائی ہے تو وہ اس کے یہ الفاظ تھے کہ میں نے نماز پڑھ لی ہے۔ (التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد: ٤/ ٢٢٤،٢٢٥)

جو شخص نماز پڑھنے پر قادر ہو اور وہ عمداً نماز نہ پڑھے، اس کا کیا حکم ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ علی بن ابی طالب، ابن عباس، جابر اور ابو الدرداء سے تو تارک صلاۃ کی تکفیر روایت کی گئی ہے، انھوں نے کہا:

"من لم يصل فهو كافر."

''جس نے نماز نہیں پڑھی وہ کافر ہے۔''

عمر بن خطاب کا قول ہے:

"لاحظ في الإسلام لمن ترك الصلاة."

''جس نے نماز ترک کر دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"من لم يصل فلا دين له."

''جس نے نماز نہیں پڑھی اس کا کوئی دین نہیں ہے۔''

ابراہیم نخعی، حکم بن عتیبہ، ایوب سختیانی، عبداللہ بن مبارک، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ جو شخص جان بوجھ کر بغیر عذر کے ایک نماز چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت جاتا رہے اور وہ اس کی قضائی اور ادائیگی سے انکار کر دے اور کہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا، وہ کافر ہے، اس کا خون اور مال حلال ہے۔ مسلمانوں میں سے جو کوئی اس کا وارث بنتا ہے وہ اس کی وراثت نہیں لے گا، اسے توبہ کرنے کو کہا جائے، اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ (التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد: ٤/

۲۲۴، ۲۲۵)

ابن حزم لکھتے ہیں کہ حضرت عمر، معاذ، عبدالرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل اور ابو ہریرہ وغیرہم رضی اللہ عنہم صحابہ سے یہ منقول ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر ایک فرض نماز چھوڑ دے یہاں تک اس کا وقت گزر جائے تو وہ کافر مرتد ہے۔ (المحلی: ۲/ ۲۴۲)

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ جو شخص بغیر عذر کے عمداً نماز کا تارک ہو یہاں تک کہ اس کا وقت جاتا رہے، وہ اس کی قضائی سے انکار کر دے اور کہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا، وہ کافر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہمارے اس زمانے تک اہل علم کی ایسی ہی رائے ہے۔ (المحلی: ٤/ ۲۲۵، ۲۲٦)

اس قول کے قائلین کی حجت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تارک نماز کی تکفیر کے بارے میں روایت کی ہوئی مندرجہ ذیل احادیث ہیں:

۱: حضرت جابر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((ليس بين العبدوبين الشرك أوبين الكفر إلا ترك الصلاة.)) (سنن الدارمي: ٤/ ۲۲٤، ۲۲٥)

''بندے اور کفر کے درمیان یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) شرک کے درمیان صرف ترکِ نماز ہے۔''

۲: بریدہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة، فمن تركها فقد كفر.)) (جامع الترمذي، رقم الحديث: ۲٦۲۱)

''ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے، جس نے اسے چھوڑ دیا وہ کافر ہوا۔''

۳: جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بين العبد وبين الكفر ترك الصلاة.))

(جامع الترمذي، رقم الحديث: ۲٦۱۹)

''بندے اور کفر کے درمیان ترک نماز ہے۔''

اسحاق بن راہویہ نے اپنے مذکورہ قول کے لیے اس مسئلے میں ان احادیث کو بطور حجت سامنے رکھا ہے۔ آپ نے مندرجہ ذیل قرآنی آیات سے بھی حجت پکڑی ہے:

۱: ﴿اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ [مريم: ٥٩]

''انھوں نے نماز ضائع کی اور شہوات کے پیچھے لگے، یہ غی میں داخل ہوں گے۔''

۲: ﴿ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [الروم: ۳۱]

''نماز قائم کرو اور تم مشرکوں سے نہ ہو جاؤ۔''

۳: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ [فاطر: ۱۸]

''آپ صرف ان کو ڈراتے ہیں جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں اور ان کو جنھوں نے نماز قائم کی۔''

٤: ﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ [الأنفال: ۳]

''اور وہ نماز قائم کرتے ہیں۔''

٥: ﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ﴾ [الشورى: ۳۸]

''اور انھوں نے نماز قائم کی۔''

اس جیسی بہت سی آیات اور آثار سے آپ نے استدلال کیا ہے۔

اس مسئلے میں آپ کے مذہب پر چلنے والوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے نماز ترک کی وہ قارون، فرعون اور ہامان کے ساتھ قبر سے اٹھایا جائے گا۔''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انس کی روایت کی ہوئی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے کہ جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارے قبلے کی طرف منہ کرے، پس یہ مسلمان ہے۔ (التمهيد لابن عبد البر: ٤/ ۲۲۸)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں داخل ہو اور اس کی موجودگی میں نماز باجماعت پڑھی جا رہی ہو تو یہ شخص ان کے ساتھ نماز پڑھے۔ جب

تک نماز نہ پڑھے تب تک مسجد سے نہ نکلے، اگر چہ اس نے اپنے گھر والوں یا ان کے غیروں کی جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھی ہوئی ہو کیوں کہ اس باب کی حدیث میں ہے:

"بلى يا رسول الله! ولكني قد صليت في أهلي."

''یا رسول اللہ ﷺ! کیوں نہیں لیکن میں نے اپنے اہل میں نماز پڑھ لی ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب پر اُسے نماز پڑھنے کا کہا، اگر چہ وہ اپنے اہل میں نماز پڑھ چکا تھا اور اس نے یہ واضح نہیں کیا تھا کہ اس نے بلا جماعت نماز پڑھی ہے۔(التمهيد، لابن عبد البر: ۲۴۳)

اس کے الفاظ "صليت في أهلي" ''میں نے اپنے اہل میں نماز پڑھ لی'' دو طرح کا احتمال رکھتے ہیں: ایک یہ کہ گھر والوں کی جماعت میں، دوسرا یہ کہ اپنے گھر میں اکیلے نماز پڑھی ہو۔ علماء نے اس معنی میں اختلاف کیا ہے۔ جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ صرف وہی شخص امام کے ساتھ جماعت میں نماز دہرائے جس نے اپنے گھر میں اور اپنے اہل میں یا اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ اکیلے نماز پڑھی ہو۔

(الاستذكار: ۵/۳۵۵)

لیکن جس نے نماز باجماعت پڑھی ہو وہ اسے نہ دہرائے کیوں کہ اس نماز کو دوبارہ باجماعت پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اعادہ تو جماعت کی فضیلت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ پہلے ہی باجماعت نماز پڑھ چکا ہے تو دوسری جماعت میں اسے دہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر یہ جائز ہو کہ جو نماز باجماعت پڑھ چکا ہو وہ دوسری جماعت میں شامل ہو کر نماز دہرائے تو اِس سے اُس پر لازم آتا ہے کہ وہ تیسری اور چوتھی جماعت میں حتی کہ اس نماز کی لا متناہی جماعتوں میں نماز دہراتا رہے اور یہ جائز نہیں کہ اس کا کوئی شخص قائل ہو۔ انھوں نے ((لا تعاد صلاة في يوم مرتين)) حدیث کو دلیل بنایا ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے باجماعت نماز پڑھی ہو۔ وہ دوسری جماعت میں اس کا اعادہ نہ کرے۔ اس مسئلے کے قائلین مالک بن انس، ابوحنیفہ، شافعی اور ان کے اصحاب ہیں۔

(الاستذكار: ۵/ ۲۴۳،۲۴۴)

حضرت میمونہ کے آزاد کردہ غلام سلیمان کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، آپ میدان میں بیٹھے ہوئے تھے جب کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا: آپ ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے؟ ابن عمر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لا تصلوا صلاة في يوم مرتين.))

''تم ایک دن میں کوئی نماز دو دفعہ نہ پڑھو۔''

(الاستذكار: ۵/ ۲۴۴)

حافظ ابن عبد البر اِس حدیث کا معنی ومفہوم احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کی زبانی ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ((لا تصلوا صلاة في يوم مرتين)) کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنے ذمہ فرض نماز ادا کرے، پھر اِس سے فراغت کے بعد اٹھے اور فرض کی حیثیت سے اس کا اعادہ بھی کرے۔ دونوں نے کہا کہ جو شخص دوسری نماز اِس حیثیت سے جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے کہ یہ اس کے لیے نفل ہے، یہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اقتدا ہے۔ اور جن کو آپ نے جماعت کے ساتھ نماز دہرانے کا حکم دیا ان کو آپ کا یہ کہنا کہ ''یہ تمھارے لیے نفل ہے'' یہ ان میں سے نہیں ہو سکتا جو ایک دن میں نماز کا دو دفعہ اعادہ کرتے ہوں کیوں کہ پہلی نماز فرض ہے اور دوسری نفل۔(الاستذكار: ۵/ ۳۵۷،۳۵۸)

فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جس شخص نے اکیلے نماز پڑھی ہو، جماعت مل جانے کی صورت میں اس کے لیے اعادہ جائز ہے، اور اس کی دوسری نماز، اس باب میں آگے آنے والی یزید بن اسود کی حدیث سے ثابت شدہ سنت پر عمل کرتے ہوئے، نفل نماز ہوگی۔

(الاستذكار: ۵/ ۳۳۹)

اور ایک دوسری حدیث جو ابوسعید خدری سے آئی ہے کہ نبی ﷺ

کے عصر کی نماز پڑھانے کے بعد ایک شخص مسجد میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((من يتصدق على هذا فيصلي معه؟))،
فصلى معه رجل من القوم.

(مسند أحمد، رقم الحديث: ١١٤٢٨)

''کون اس پر صدقہ کرتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ نماز پڑھے؟
تو ایک شخص نے اٹھ کر اس کے ساتھ نماز پڑھی۔''

امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ نے فرمایا اور یہی قول داود کا ہے کہ جو شخص نماز پڑھ چکا ہو، پھر وہ مسجد میں داخل ہو تو وہاں یہی نماز باجماعت پڑھی جارہی ہو تو وہ دوبارہ اسے جماعت کے ساتھ پڑھے۔

امام احمد نے فرمایا کہ جب اس کی موجودگی میں نماز قائم کی گئی ہو تو اس کے لیے اس کو پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے، اگر چہ یہ شخص اس سے پہلے باجماعت نماز پڑھ چکا ہو۔ آپ رحمہ اللہ نے اقامت کے وقت مسجد سے نکلنے والے شخص کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ اقامت کے وقت مسجد سے نکلنے والے شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

(التمهيد لابن عبد البر: ٤/ ٢٤٥)

ابوموسیٰ اشعری، حذیفہ بن یمان، انس بن مالک، صلہ بن زفر اور شعبی سے باجماعت نماز پڑھنے والے شخص کے لیے باجماعت نماز دہرانا روایت کیا گیا ہے، اور حماد بن زید، سلیمان ابن حرب اسی کے قائل ہیں۔ (التمهيد لابن عبد البر: ٤/ ٢٤٥، ٢٤٦)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ کے ساتھ آئے جب اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ ابوموسیٰ نے ہمیں مربد میں صبح کی نماز پڑھائی، پھر ہم مسجد میں پہنچے تو جماعت ہو رہی تھی تو ہم نے مغیرہ بن شعبہ کی معیت میں نماز باجماعت پڑھی۔

(التمهيد لابن عبد البر: ٤/ ٢٤٦)

صلہ بن زفر کہتے ہیں کہ میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی کام کے لیے چلا تو ہم ایک مسجد میں پہنچے۔ لوگ ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے تو ہم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ہم وہاں سے نکل کر ایک اور مسجد میں آئے تو لوگ ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نے ان کے ساتھ بھی نماز پڑھی اور یہی بات عصر اور مغرب کے بارے میں ذکر کی کہ دونوں باجماعت نماز کا اعادہ کرتے رہے۔ صلہ بن زفر نے کہا کہ میں تیسری دفعہ نماز پڑھنے کے لیے اٹھنے لگا تو حذیفہ نے مجھے بٹھا دیا۔ (التمهيد لابن عبد البر: ٤/ ٢٤٦)

عصر یا مغرب کا اعادہ:

ان دونوں نمازوں کے اعادہ میں ائمہ فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کہتے ہیں کہ عصر، فجر اور مغرب کی نمازیں بلا جماعت پڑھنے والا شخص یہ نمازیں امام کے ساتھ دوبارہ نہ پڑھے، البتہ ظہر اور عشاء اس کے ساتھ پڑھ لے اور امام کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کو نفلی نماز بنائے۔ محمد بن حسن شیبانی کہتے ہیں کہ یہ اس لیے کہ عصر اور صبح کے بعد نفلی نماز جائز نہیں۔ اور مغرب کی نماز بھی نہ دہرائی جائے کیوں کہ وتر کے سوا نفلی نماز طاق نہیں ہوتی۔

(التمهيد لابن عبد البر: ٤/ ٢٥٠،٢٥١)

امام اوزاعی کہتے ہیں کہ مغرب اور فجر کے سوا تمام نمازیں امام کے ساتھ دوبارہ پڑھے، یہ عبداللہ بن عمر کا قول ہے اور یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ نفلی نماز طاق جائز نہیں ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ نفلی نماز سوائے وتروں کے طاق نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ طلوع آفتاب تک فجر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے۔ اور عصر کے بعد آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھی ہیں۔

(التمهيد لابن عبد البر: ٤/ ٢٥١)

امام مالک فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کے امام کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا جس نے اپنے گھر میں نماز پڑھی ہو، سوائے مغرب کی نماز کے کیوں کہ جب نمازی اسے لوٹائے گا تو نماز

جفت ہو جائے گی۔(موطأ إمام مالك: ١/ ١٩٥)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس شخص نے بلا جماعت نماز پڑھی ہو وہ تمام نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے کیوں کہ نبی ﷺ نے مجحن دیلی سے فرمایا تھا:

((إذا جئت فصل مع الناس وإن كنت قد صليت .))

''جب تم آؤ تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو، اگر چہ تم نے نماز پڑھ لی ہو۔''

آپ ﷺ نے کسی نماز کو خاص نہیں کیا۔ شافعی نے کہا کہ پہلی نماز فرض ہوگی اور دوسری سنت جسے رسول اللہ ﷺ نے جاری فرمایا۔ یہی قول داود بن علی کا ہے مگر داود بن علی کا خیال ہے باجماعت نماز وہی شخص دہرائے جس نے بلا جماعت فرض پڑھے ہوں کیوں کہ آپ کے ہاں اکیلے شخص کی پڑھی ہوئی نماز کسی شمار میں نہیں، اس کے فرض وہ ہیں جو اُس نے باجماعت نماز میں پائے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تمام نمازوں کے اعادہ کے قائل ہیں۔ امام ابو داود سجستانی فرماتے ہیں کہ امام احمد سے ایک شخص نے کہا کہ میں عصر کی نماز پڑھ کر مسجد میں داخل ہوا اور نماز قائم کر دی گئی۔ احمد بن حنبل نے فرمایا: ان کے ساتھ نماز پڑھ۔ کہا گیا: ظہر بھی پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: سبھی پڑھو۔ ابو داود نے احمد بن حنبل سے کہا کہ جب میں مغرب کی نماز پڑھوں تو کیا میں ایک رکعت اس کے ساتھ ملاؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: کیا میں فاتحۃ الکتاب اور کوئی سورت پڑھوں تو آپ نے فرمایا: ہاں، یہ نماز نفل کا مقام رکھتی ہے۔

(مسائل الإمام أحمد، ص: ٤٨)

امام احمد بن حنبل کے مندرجہ بالا بیان سے واضح ہوا کہ آپ بلا جماعت نماز پڑھنے کے بعد جماعت ملنے کی صورت میں تمام نمازوں کے باجماعت اعادہ کے قائل ہیں۔ چوں کہ نفل طاق نہیں ہوتے، اس لیے آپ نے سائل کو نماز مغرب کے ساتھ ایک اور رکعت ملانے کی اجازت دی اور اس میں سورۃ فاتحہ اور ایک اور سورت پڑھنے کی اجازت دی۔ چوں کہ ایک رکعت اور ملا کر چار رکعت ہو گئیں، اس لیے آپ نے اس باجماعت نماز کو نفل قرار دیا۔

امام ثوری سے مختلف مروی ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ تمام نمازیں امام کے ساتھ دہرائے۔ یہ شافعی کے قول کے مساوی ہے آپ سے امام مالک کے قول کی طرح بھی روایت کیا گیا ہے لیکن ثوری کے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ دوسری نماز نفل ہوگی اور جو نماز اکیلے پڑھی ہے وہ فرض ہوگی۔ ابو ثور (م ۲۴۶ھ) کہتے ہیں کہ فجر اور عصر کے علاوہ تمام نمازیں جماعت کے ساتھ دہرائے۔ اور فجر وعصر نہ پڑھنے کی آپ کی دلیل عصر اور صبح کے بعد نفلی نماز سے رسول اللہ ﷺ کا منع کرنا ہے۔(التمهيد: ٤/ ٢٥٢، ٢٥٣)

کون سی نماز نفل ہوگی اور کون سی فرض:

حدیث ۲:

"مالك عن نافع أن رجلا سأل عبدالله بن عمر، فقال: إني أصلي في بيتي، ثم أدرك الصلاة مع الإمام، أفأصلي معه؟ فقال له عبدالله بن عمر: نعم. فقال الرجل: أيتهما أجعل صلاتي؟ فقال له ابن عمر: أو ذلك إليك؟ إنما ذلك إلى الله يجعل أيتهما شاء."

(موطأ إمام مالك: ١/ ١٩٣، ١٩٤)

''مالک نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہوں، پھر امام کے ساتھ نماز پالیتا ہوں تو کیا میں اس کے ساتھ نماز پڑھ لوں؟ تو عبداللہ بن عمر نے اس سے کہا: ہاں۔ آدمی نے کہا: ان دو میں سے کس کو اپنی (فرض) نماز بناؤں؟ عبداللہ بن عمر نے اس سے کہا: کیا یہ تیرے اختیار میں ہے؟ یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے کہ جس کو وہ چاہے (فرض نماز) بنائے۔''

حدیث ۳:

"مالك عن يحيىٰ بن سعيد أن رجلا سأل

سعيد بن المسيب فقال: إني أصلي في بيتي ثم آتي المسجد فأجد الإمام يصلي، أفأصلي معه؟ فقال سعيد: نعم. فقال الرجل: فأيهما صلاتي؟ فقال سعيد: أفأنت تجلعهما؟ إنما ذلك إلى الله." (موطأ إمام مالك: ١/ ١٩٤)

''مالک نے یحیٰ بن سعید سے روایت کیا کہ ایک شخص نے سعید بن مسیّب سے سوال کیا: میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہوں، پھر مسجد میں آتا ہوں تو امام کو نماز پڑھاتے ہوئے پاتا ہوں، کیا میں اس کے ساتھ نماز پڑھ لوں؟ سعید بن مسیّب نے کہا: ہاں۔ آدمی نے کہا: ان دونوں (نمازوں) میں سے میری کون سی نماز ہوگی؟ سعید بن مسیّب نے کہا: کیا ان (نمازوں) کوتُو (نفل یا فرض) بناتا ہے؟ یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔''

حدیث۴:

"مالك عن عفيف بن عمر و السهمي عن رجل من بني أسد أنه سأل أبا أيوب الأنصاري فقال: إني أصلي في بيتي، ثم آتي المسجد فأجد الإمام يصلي، أفأصلي معه؟ فقال أبو أيوب: نعم، فصل معه، فإن من صنع ذلك فإن له سهم جمع أومثل سهم جمع." (موطأ إمام مالك: ١/ ١٩٤)

''امام مالک عفیف بن عمرو سہمی سے وہ بنی اسد کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے ابو ایوب انصاری سے سوال کرتے ہوئے کہا: میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہوں، پھر مسجد میں آتا ہوں تو امام کو نماز پڑھاتے ہوئے پاتا ہوں تو کیا میں اس کے ساتھ نماز پڑھ لوں؟ ابوایوب نے کہا: ہاں، تُو اس کے ساتھ نماز پڑھ کیوں کہ جس نے یہ کیا اس کے لیے جماعت کا ثواب یا جماعت کے ثواب کا مثل ہے۔''

اورامام مالک نے جو ابن عمر اور سعید بن مسیّب کے قول "ذلك إلى الله يجعل أيتهما شاء." ''یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ جسے چاہے وہ فرض بنائے'' سے اور ''ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ دوسری نماز نفل ہوگی'' سے جو دلیل پکڑی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن عمر اور سعید بن مسیّب دونوں سے اس مسئلے میں اختلاف منقول ہے، اگرچہ امام مالک کا نقل کیا ہوا زیادہ صحیح ہے۔(التمهيد: ٤/ ٢٥٢)

ابن ابی ذئب نے عثمان بن عبداللہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے عصر کی نماز پڑھ لی ہو، پھر اُسے جماعت کے ساتھ دوبارہ پڑھ لے تو ان میں سے فرض نماز کون سی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی نماز فرض ہوگی۔(التمهيد: ٤/ ٢٥٢)

ابن عمر سے روایت کیے ہوئے یہ الفاظ بہ ظاہر اُس کے خلاف ہیں جو امام مالک نے موطأ میں "ذلك إلى الله" روایت کیا ہے کیوں کہ ابن ابی ذئب کی روایت میں مالک نے قطعیت کے ساتھ کہا ہے کہ پہلی نماز فرض اور دوسری نفل ہوگی۔

مالک کی روایت میں شک ہے کہ نمازی نہیں جانتا اس کی فرض نماز کون سی ہے، ممکن ہے پہلی ہو اور ممکن ہے دوسری ہو۔

(الاستذكار: ٥/ ٣٦٣)

حافظ ابن عبدالبر تطبیق ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرے خیال کے مطابق ضروری ہے کہ مالک کی روایت پہلے کی ہو کیوں کہ اس وقت آپ کے لیے واضح نہیں تھا کہ اس نمازی کی فرض نماز کون سی ہے، پھر آپ کے لیے واضح ہوگیا کہ اس کی فرض نماز پہلی ہے تو آپ اپنے شک سے اپنے علم یقین کی طرف پھر گئے، اور آپ کا اپنے علم یقین سے شک کی طرف پھرنا محال ہے۔ اس چیز نے آپ کے اس قول پر دلالت کی کہ پہلی نماز فرض ہے جو آپ کے لیے واضح ہوا تو آپ نے اس کے ساتھ فتویٰ دے دیا۔(الاستذكار: ٥/ ٣٦٣)

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اگر کوئی کہے کہ پہلی نماز فرض اور دوسری نفل کیسے ہوسکتی ہے

جب کہ عصر کے بعد کوئی نفلی نماز نہیں ہوسکتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر کے بارے میں معلوم ہے کہ آپ کے ہاں عصر کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے، اور آپ کا مذہب یہ ہے کہ عصر، ظہر اور عشاء وہ شخص دہرا سکتا ہے جس نے اکیلے نماز پڑھی ہو، لیکن مغرب اور صبح کی نماز نہیں۔ (الاستذکار: ٥ / ٣٦٣)

جو شخص مغرب یا صبح کی نماز پڑھ لے، پھر ان دونوں کو امام کے ساتھ پالے تو ان کو لوٹائے نہیں۔ (موطأ إمام مالك: ١/ ١٩٤)

یزید بن اسود خزاعی نبیﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((إذا صليتما في رحالكما ثم أتيتما الناس وهم يصلون فصليا معهم فإنها لكما نافلة.))

(التمهيد: ٤/ ٢٥٧)

''جب اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو، پھر تم لوگوں کے پاس آؤ اور وہ نماز پڑھ رہے ہوں تو تم ان کے ساتھ نماز پڑھو، یہ تمھارے لیے نفل نماز ہوگی۔''

اس مذہب کی مؤید یہ حدیث بھی ہے جسے ابو ذر، ابو ہریرہ اور ایک جماعت نے نبی ﷺ سے روایت کیا اور آپ نے فرمایا:

((سيكون عليكم بعدي أمراء يؤخرون الصلاة عن مواقيتها، فصلوا الصلاة لو قتها و اجعلو ا صلاتكم معهم سبحة.))

(التمهيد: ٤/ ٢٥٧)

''عن قریب تم پر ایسے لوگ حکمران ہوں گے جو نمازیں ان کے اوقات سے مؤخر کریں گے، تم نماز اس کے وقت پر ادا کرو اور ان کے ساتھ اپنی نماز کو نفل قرار دو۔''

امام مالک اور آپ کے اصحاب کے مذہب کے مطابق پہلی نماز کے فرض اور دوسری کے نفل ہونے کی سب سے بڑی دلیل جس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں، یہ ہے کہ جو شخص اکیلے نماز پڑھے وہ اس نماز میں امام نہیں ہوسکتا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دوسری نماز فرض کے سوا ہے۔ (التمهيد: ٤/ ٢٥٩)

مندرجہ بالا بحث اور موطأ امام مالک سے نقل کردہ اور متذکرہ بالا چار احادیث اس عمل کے سنت متواترہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں:

حدیث نمبر۱: مرفوع حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے محجن کو یہ مسئلہ سمجھایا کہ جب کوئی شخص مسجد میں آئے اور وہاں نماز باجماعت ہو رہی ہو تو پہلے نماز پڑھ کر مسجد آنے والا شخص اس باجماعت نماز میں شامل ہوکر باجماعت نماز پڑھے۔

حدیث نمبر۲: موقوف حدیث ہے جس میں ایک شخص نے یہی مسئلہ دریافت کیا ہے کہ اگر میں گھر میں نماز پڑھ کر مسجد میں جاؤں اور وہاں نماز ہو رہی ہو تو کیا میں امام کے ساتھ شامل ہوکر نماز پڑھوں تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

حدیث نمبر۳: مقطوع حدیث ہے، یعنی سعید بن مسیّب (تابعی) کا قول ہے جو آپ ایک ایسے ہی سائل کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں جو گھر میں نماز پڑھ کر مسجد میں آتا ہے اور وہاں نماز باجماعت ہو رہی ہو تو کیا وہ جماعت میں شامل ہو جائے؟ آپ اسے جماعت میں شامل ہوکر نماز باجماعت پڑھنے کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر۴: بھی موقوف حدیث ہے جس میں ایک آدمی نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (میزبان رسول ﷺ) سے دریافت کیا کہ اگر میں گھر میں نماز پڑھوں، پھر مسجد میں آؤں اور وہاں امام کو نماز پڑھاتے ہوئے پاؤں تو کیا میں باجماعت نماز میں شامل ہو جاؤں؟ ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اسے جماعت میں شامل ہوکر نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا سائل کو امام کے ساتھ شامل ہوکر نماز پڑھنے کے حکم سے بھی ثابت ہوا کہ ایک دفعہ گھر میں نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں نماز باجماعت مل جانے کی صورت میں سائلین کا نماز پڑھنا مسنون عمل ہے کیوں کہ ایسا ناممکن ہے کہ انھوں نے مسئلہ دریافت کرنے کے بعد اس پر عمل نہ کیا ہو، لہٰذا جماعت کے ساتھ شامل ہوکر دوبارہ نماز پڑھنا سنت رسول اور سنت صحابہ سے مکمل مطابقت رکھتا ہے۔

تعلیم وتربیت

اللہ کے ایک برگزیدہ بندے، عالم باعمل

ابو سعید عبدالعزیز السعیدی

کے اپنی اولاد کے متعلق جذبات، خواہشات اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں والتجائیں

مولانا عبدالعزیز سعیدی جماعت اہل حدیث پاکستان کے ماضی قریب کے اہل علم میں ہوئے ہیں۔ آپ حضرت مولانا شرف الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے آخری زمانے کے شاگردوں میں سے تھے۔ خود بھی ماشاء اللہ صاحب علم وعمل تھے۔ حالات کے پیش نظر درس وتدریس کی طرف نہ آسکے، تاہم انھوں نے اس کی تلافی کے طور پر اپنے دو بیٹوں مولانا عمر فاروق سعیدی اور مولانا سعید مجتبیٰ سعیدی کو علوم دینیہ کے حصول اور اس کے درس واشاعت کے لیے وقف کیا۔ اللہ کے فضل سے یہ دونوں حسب توفیق دین کی خدمت میں سرگرم اور کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مولانا سعیدی مرحوم، اپنی اولاد کے متعلق کیا جذبات رکھتے اور اس کے لیے کس قدر بے تاب تھے اس کا اظہار ان کی بعض تحریرات سے بہ خوبی ہوتا ہے۔ آپ کے بعض خطوط، جو آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے بیٹوں، ان کے اساتذہ اور بزرگوں کے نام لکھے، آپ کی لائبریری سے دستیاب ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض مکاتیب کے اہم حصے شائع کیے جا رہے ہیں۔ اس میں والدین کے لیے راہنمائی ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کے لیے انھیں کیسا انداز اختیار کرنا چاہیے ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را　　گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

أخوين المكرمين السعيديين؛ عمر فاروق، سعيد مجتبىٰ السعيديين، سلمهما الله تعالى وعافاهما وجعلهما من عباده الصالحين والمكرمين، وكان معهما بفضله ورحمته وعونه وصونه حيثما كانا في الدنيا والآخرة، آمين اللهم آمين ألف ألف مرة، السلام عليكم وعلى من لديكم ورحمة الله وبركاته!

تمھارا ۲۰/دسمبر ۱۹۷۹ء کا مرسلہ مکتوب مجھے ۲۷/دسمبر ۱۹۷۹ء یوم الخمیس کو موصول ہوا۔ الحمد لله على ذلك دائما أبدا.

سب سے پہلے میں تم دونوں کو مبارک باد کا دعائیہ کلمہ کہتا ہوں اور پھر دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کی زندگیاں اپنے دین قیم کے لیے قبول فرمائے اور دینی تعلیم کے حصول اور تکمیل میں کماحقہ کامیاب وکامران فرمائے، آمین۔ اور دین قیم کے حقوق ادا اور پورے کرنے کی ہمت اور توفیق بخشے اور اخلاص وللّٰہیت کی نعمت خاصہ سے نوازے۔ دنیا میں صاحب عزت ورفعت بنا کر آخرت میں ہر قسم کی ذلت اور پریشانی اور خوف سے نجات میں رکھے، آمین ثم آمین۔

اور ہمارے لیے تمھارے وجود اور تمھاری جدوجہد کو ذخیرۂ آخرت بنائے اور اس ذریعے سے ہمیں بھی دنیا وآخرت میں ذلت، ناکامی ونامُرادی سے امن وحفاظت میں رکھے آمین، اور ایمان خالص پر موت دے، آمین ثم آمین۔

تمھارے اس خط کا میں پرسوں سے شدت کے ساتھ منتظر تھا جو کہ الحمد للہ آج میرے لیے قرۃ العین ثابت ہوا۔ میں نے شدت

جذبات کے ساتھ تمھارے اس خط کو کئی مرتبہ پڑھا۔ تمھارے لیے جو تمنائیں اور خواہشات اور امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہوں، اللہ تعالیٰ ان کی تکمیل مجھے میری اس دنیاوی زندگی میں دکھائے۔

خواہش رکھتا ہوں کہ موت کے بعد اللہ کے سامنے حاضری کے موقع پر تم دونوں کے وجود مسعود اور تمھاری کاوشیں اللہ کے حضور پیش کروں۔ تقبل الله منا أجمعين

اور میرے لیے حُسنِ عاقبت کی خاص طور پر دعا کرو۔ میں ایک مرتبہ پھر اپنی خواہش کو دہراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دامن پھیلانے، ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے اور زیادہ سے زیادہ فضل ورحمت کا سوال کرنے سے ہچکچانا نہیں چاہیے۔ بات یہ ہے کہ تم دونوں اپنی اپنی حالت اور حیثیت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے اس بات کی زیادہ سے زیادہ دعا کرو کہ ربّ کریم تم دونوں کو امام مالک رحمہ اللہ کی مسند حدیث کے مقام پر فائز کرے اور مدینۃ النبی ﷺ کی تعلیم، تفہیم اور درس واشاعت کا منصب عطا فرمائے، آمین۔ قبول کرنا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کا اپنا کام ہے۔ مانگنے والے کو اللہ تعالیٰ کبھی خائب وخاسر نہیں رکھے گا۔ ان شاء اللہ (۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ مدینہ منورہ میں رہائش کی سعادت کے اسباب اپنی قدرت کاملہ اور رحمت عامہ وخاصہ کے ذریعے پیدا فرما دے۔ یہ اور اس قسم کی دعا ہمیشہ کیا کرو۔ میری شروع سے تم دونوں کے لیے یہی خواہش اور دعا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی غیبی حکمت سے تمھارے لیے مستقل طور پر مدینہ منورہ میں رہائش اور تدریس کے اسباب مہیا کردے، آمین۔ وما ذلك على الله بعزيز ويفعل ما يشاء۔ والله غالب على أمره ولكن أكثر الناس لا يعلمون.

اساتذہ، شیوخ اور انتظامیہ کے دلوں پر گہرے نقوش پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ والله معكم ولن يتركم أعمالكم ولن يضيعكما إن شاء الله، والله ذو الفضل العظيم.

میرے بچو! میں تمھیں اپنے لیے ذخیرۂ آخرت بنانا چاہتا ہوں۔ کیا تم میری اس خواہش کی تکمیل میں میری مدد کرو گے؟ مجھے تمھاری فراخ دلی سے یہی توقع اور امید ہے کہ تم اپنے آپ کو خالصتاً لوجہ اللہ اور خالصتاً لدینہ القویم کرنے پر راضی ہو گے۔

دیکھو! من كان لله كان الله له، ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب، قد جعل الله لكل شيء قدرا.

عمر فاروق! میں نے ہزاروں مرتبہ تمھارے لیے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ وطہارت میں تمھیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا مثیل بنائے، آمین۔ اور سعید مجتبیٰ کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا مثیل بنائے جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔

میں تو بار بار کہوں گا کہ علمائے سلف کا مقام حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو طیب زندگی اور محبوب ومقبول اعمال کی توفیق کی نعمت لازوال سے نوازے، آمین۔

تم دونوں بھائی ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر قدم اٹھاؤ۔ ((ليس منا من لم يوقر كبيرنا ولم يرحم صغيرنا)) کے اندرونی مفہوم پر نگاہ رکھو۔ کچھ بھی ہوجائے تم دونوں ایک دوسرے کے قطعی خیرخواہ اور خیر طلب رہو۔

انسانی زندگی میں کبھی رنجش یا بدگمانی کا شبہ ممکن ہے۔ اس کے باوجود ایک دوسرے کی خیرخواہی کو فراموش نہ کرنا۔ خود (تم میں سے ہر ایک) نقصان برداشت کرنے پر آمادہ ہوجائے مگر دوسرے کو نقصان سے بچانے کی فکر کرنے اور تعلّم پھر تعلیم کے میدان میں "الأخوين الشقيقين" ہوتے ہوئے فی الحقیقت ''سعیدین'' ہونے کی سعادت حاصل کرو اور اپنی زندگیوں کو انسانی دنیا کے لیے سنت حسنہ کا بانی ہونے کا شرف حاصل کرو۔ (۱۸ر دسمبر ۱۹۸۰ء)

(استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری

رحمہ اللہ کے نام ایک مکتوب میں) میں تو بالاختصار یہ عرض کروں گا کہ آپ اپنی زندگی میں قابل فخر ومباہات شاگردوں میں ان (عمر فاروق سعیدی وسعید مجتبیٰ سعیدی) کو لانے کی کوشش کریں تاکہ آخرت میں بھی آپ کے اعمالِ حسنہ میں یہ دونوں بچے شمار ہو سکیں۔

(۳/نومبر ۱۹۷۳ء)

(حافظ فتح محمد جہلمی رحمہ اللہ نزیل المسجد الحرام مکۃ المکرمہ کے نام ایک مکتوب میں) لیکن اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر گزار ہوں کہ أسكنت من ذريتي بواد غير ذي زرع عند بيتك المحرم . اللہ تعالیٰ میری یہ عاجزی قبول فرما کر میری بخشش کا سامان کردے، آمین۔

میں نے قطعی طور پر لوجہ اللہ، فی سبیل اللہ اور خالصتاً لدین اللہ یہ بچہ (عمر فاروق سعیدی) وقف کردیا ہے۔ اب یہ میرے پاس اللہ تعالیٰ اور اس کے دین اور امت مسلمہ کی امانت ہے اور بس۔

اب آپ جیسے اہل علم اور اصحابِ اخلاص بزرگوں کا بھی اس کی تعلیمی تکمیل اور تربیت اور اصلاح کا حصہ ادا کرنے کا حق ہے۔ مجھے تو صرف نسبت ''اُبوّت'' پر ہی فخر ہے، ورنہ میرا مقام ہی کیا ہے۔

(۲۵/اپریل ۱۹۷۸ء)

مولانا محمود احمد غضنفر کی رحلت

مولانا محمود احمد غضنفر بن غلام محمد ۲۰/جون ۲۰۱۲ء بدھ کی شام موضع ماچھی وال بورے والا ضلع وہاڑی میں انتقال کر گئے، إنا لله وإنا إليه راجعون .

مرحوم جماعت اہل حدیث کے جید عالم دین، مصنف کتب کثیرہ اور مترجم تھے۔ مرحوم ایک شریف النفس عالم دین، کئی مساجد اہل حدیث کے بانی اور بنیادی تعلیم کے معلم اور خطیب تھے۔ انھوں نے جامع مسجد مزمل اہل حدیث بند روڈ لاہور، مسجد ریاض الجنہ اہل حدیث شیخوپورہ ہاؤسنگ کالونی، مسجد اہل حدیث لاہور روڈ شیخوپورہ ودیگر کو تعمیر کرایا۔ یہاں خطابت بھی کرتے تھے۔ انتظام وانصرام بھی کرتے رہے۔ ان کی تصنیفی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ حیاتِ صحابہ کے درخشاں پہلو، حیاتِ تابعین، جرنیل صحابہ، شہسوار صحابہ وغیرہ موضوعات پر انھوں نے ضخیم کتب لکھی اور شائع کرائیں۔

ایک طویل عرصہ بعارضہ فالج، شوگر، گردے اور دل علیل چلے آرہے تھے۔ ان کی نماز جنازہ پہلے بورے والا میں ادا کی گئی بعد ازاں فیصل آباد شیخ کالونی جھنگ روڈ کے آگے گاؤں ٹھیکری والا میں دوسری نماز جنازہ ہوئی اور یہیں تدفین بھی ہوئیں۔ سیکڑوں افراد نے جنازے میں شرکت کی۔ قارئین مرحوم کے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں۔

ادارہ الاعتصام مرحوم کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہے اور لواحقین کے غم میں شریک ہے۔ (ادارہ)

اصلاحِ احوال

میڈیا کے منفی اثرات اور اُن کا تدارک

پروفیسر عبد العظیم جانباز، سیالکوٹ

میڈیا یا ذرائع ابلاغ میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن کو دوسروں تک پہنچانا مقصود ہوتا ہے، خواہ وہ مکتوبات ہوں، سماعت میں آئیں یا دیکھنے سے تعلق رکھنے والے واقعات ہوں۔ میڈیا خواہ جس شکل میں بھی ہو، اس کا ایک پیغام ہوتا ہے جو اس کے نفس مضمون سے ظاہر ہوتا ہے اور وہی اس کا رخ متعین کرتا ہے کہ یہ کدھر سے آیا ہے، اس کا کام کیا ہے اور یہ کس حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہے۔ میڈیا لارڈز کے پاس اپنے وسائل اور ذرائع ہوتے ہیں جن سے معلوم کر لیتے ہیں کہ ان کی خبروں، تصویروں، تبصروں، انٹرویوز اور تحلیل وتجزیے سے کس حد تک ذہن سازی ہوئی ہے اور رائے عامہ کس حد تک متاثر ہوئی ہے۔

اس دور کو ہم بجا طور پر میڈیا کا دور کہہ سکتے ہیں جس میں قوموں کو اسلحہ اور فوجوں سے قتل کرنے سے بجائے میڈیا کے ذریعے قتل کیا جا رہا ہے۔ اسی ثقافتی، صحافتی اور نفسیاتی جنگ کی منصوبہ بندی صحافت، ریڈیو اور ٹی وی کے ماہرین کرتے ہیں، نہ کہ فوجی ماہرین۔ آج دنیا پر غلبے اور طاقت واقتدار میں دوسرے عوامل کے ساتھ ساتھ میڈیا کو بہت اہم کردار حاصل ہے۔ ایک ایسا کردار جس کے مقابلے میں انسانیت کی اعلیٰ ترین اخلاقی، سماجی، تہذیبی، مذہبی وثقافتی اقدار وخوبیوں کی کوئی قدر نہیں۔ آج کے دور کے انسان کسی چیز کی اہمیت وقدر کا فیصلہ پروپیگنڈہ اور اشتہارات کی بنا پر کرتے ہیں۔ یہ میڈیا کا کمال ہے کہ پروپیگنڈہ کے ماہرین نے لوگوں کی نظروں میں غیر معمولی وقعت حاصل کر لی ہے، حالانکہ اس حقیقت سے سب واقف ہیں کہ اس پروپیگنڈے کے پس پردہ بڑی بڑی حکومتیں اپنے اپنے سیاسی، اقتصادی اور سماجی مقاصد کے لیے سرگرم عمل ہیں جو میڈیا کے ماہرین کے ذریعے اپنے متعین مقاصد کے حصول کے لیے پلاننگ کرواتی ہیں۔ مغرب اپنے طاقت وَر میڈیا کی بہ دولت مشرقی اقوام کو غلامی میں پھنسا رہا ہے۔ میڈیا لارڈز کو پھیلائے ہوئے پروپیگنڈے کے غیر معمولی اور ہمہ گیر اثرات کی طاقت کا اس قدر احساس ہے کہ وہ جب چاہتے ہیں اپنے متعین مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کسی ملک وقوم کی اخلاقی سیاسی اور سماجی قدروں کو تہ وبالا کر کے رکھ دیتے ہیں۔ جب وہ ایسا کر رہے ہوتے ہیں تو انھیں بجا طور پر توقع ہوتی ہے کہ ایسے ملکوں کے لوگ ان کے دام ہم رنگ زمین میں ضرور پھنس جائیں گے۔ اس سلسلے میں انھیں کسی قسم کی سخت مزاحمت کا سامنا بھی نہیں ہے کیوں کہ مدافع قوموں کے پاس مغربی میڈیا کی غیر معمولی طاقت اور اس کے گہرے اثرات کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں۔ نہ تو میڈیا کی بھرپور طاقت اور نہ ہی فنی وتکنیکی صلاحیت اور منصوبہ بندی کہ وہ کسی بھی طرح کے پروپیگنڈے کا توڑ کر سکیں۔ دورِ جدید کا ایک مغربی شاطر گوٹبلز کہتا ہے کہ اتنی بار جھوٹ بولو کہ وہ سچ ہو جائے۔ آج میڈیا کے ہاتھوں قومیں اور ممالک لٹ رہے ہیں اور اپنے عقائد، تہذیب، معاشرت، تاریخ اور قیمتی اخلاقی وسماجی اقدار سے ہاتھ دھو رہے ہیں اور بڑی خوشی سے اپنے تاریخ وقومی ورثے سے دست بردار ہو رہے ہیں۔

میڈیا کی طاقت سے پیدا شدہ رجحانات:

امریکی اور یورپ کی متمول اقوام یہ باور کیے بیٹھی ہیں کہ اسلام اور مسلمان ان کی بقا کے لیے زبردست خطرہ ہیں۔ وہ اسلام کو تمام

مشکلات کا سبب قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں، لہٰذا وہ ہر حربہ استعمال کرکے مسلمانوں کو بہ حیثیت مجموعی ایک بے کار، جامد اور غلام قوم میں بدل دینا چاہتے ہیں جس کا کام اہل مغرب کی کاسہ لیسی اور چاکری کے سوا کچھ نہ ہو اور جو آپس میں لڑلڑ کر مریں۔ جرائم ہر دور میں رہے ہیں اور ایسے افراد برابر موجود رہے ہیں جو سماجی بندھنوں اور اخلاقی حدود سے تجاوز کیا کرتے ہیں لیکن پہلے شاید صرف انتقامی نوعیت کے جرائم ہوتے تھے، اب تو ہر طرح کے جرائم اتنی شدت سے ہو رہے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ جنسی تشدد، بے راہ روی، بے حیائی وفحاشی وعریانی میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے۔ یہ سب میڈیا کی چھتری تلے پروان چڑھ رہا ہے۔ مسلمانوں کے لیے بہ حیثیت قوم توہین آمیز رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ مغربی میڈیا جب یہودیت اور عیسائیت کی مذہبی شخصیات کو فلموں وغیرہ میں پیش کرتا ہے تو ان کا انداز عموماً عزت وتکریم کا ہوتا ہے مگر جب مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں تو اندر کا بغض وعناد باہر آجاتا ہے جسے قرآنِ حکیم نے یوں بیان کیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ [آلِ عمران: ۱۱۸]

''اے ایمان والو! تم غیروں کو (اپنا) راز دار نہ بناؤ، وہ تمھاری نسبت فتنہ انگیزی میں (کبھی) کمی نہیں کریں گے۔ وہ تمھیں سخت تکلیف پہنچانے کی خواہش رکھتے ہیں، بغض تو ان کی زبانوں سے خود ظاہر ہو چکا ہے اور جو (عداوت) ان کے سینوں نے چھپا رکھی ہے وہ اس سے (بھی) بڑھ کر ہے۔ ہم نے تمھارے لیے نشانیاں واضح کردی ہیں اگر تمھیں عقل ہو۔''

اور اسی طرح اگلی آیت میں فرمایا:

﴿وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ﴾

[آلِ عمران: ۱۱۹]

''اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیاں چباتے ہیں۔''

دین اسلام، تاریخ اسلام اور اسلامی شخصیات کے متعلق حقائق کو بگاڑنے کی کوششیں پچھلی صدی سے بہت تیز ہوگئی ہیں۔ مغربی اور ان کے زیر اثر ہندی فلموں میں تعدد ازواج، نکاح وطلاق، عبادات، اخلاق، معاملات اور معاشرت کے اسلامی تصورات کو خاص طور پر نشانہ بنایا جاتا ہے۔ والدین کی جو عزت اور ان کا جو مقام اسلامی معاشرے میں ہے، جس طرح کا مشترکہ خاندانی نظام رائج ہے، پردے کا جو اسلامی تصور ہے، مالی تعاون کے بارے میں جو اسلام کا فطری قانون ہے اور تقسیم مال کا منصفانہ طریقہ ہے ان کے خلاف بغاوت پیدا کرنے کے تمام وسائل فراہم کیے جاتے ہیں اور یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ یہ دین بڑا مشکل ہے اور مشکلات ومسائل کو حل کرنے سے گریزاں ہے اور یہ مسئلے کا حل تشدد سے ڈھونڈتا ہے، لہٰذا تشدد سے بچنے کے لیے مغربی طرز فکر اپنانا چاہیے۔ بہ الفاظ دیگر سوسائٹیوں کی تمام برائیوں کی جڑ اسلام ہے جب کہ ان خرابیوں کا حل مغربی طرزِ حیات اختیار کرنے میں ہے۔

۹/۱۱ کے واقعات کی جس انداز میں تشریح وتعبیر کی گئی ہے اور ان کی بنا پر جو کارروائیاں عراق اور افغانستان میں کی گئی ہیں وہ میڈیا کے گھوڑے پر سوار طاقت کے بے پناہ نشے کی علامت ہے۔ مسلمانوں، عربوں اور خاص طور پر پاکستانیوں کے ساتھ پچھلے چند برسوں سے یورپ وامریکہ میں جو سلوک کیا جارہا ہے اور انھیں ہراساں کرکے مغرب سے نکالا جارہا ہے اور انھیں ذلیل وخوار کرنے کے لیے جو جو ہتھکنڈے استعمال کیے جارہے ہیں ان سب کو میڈیا نے پوری نوعِ انسانی کی نظروں میں مستحسن بنا رکھا ہے۔ توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت والا واقعہ ثابت کرتا ہے کہ میڈیا کو کنٹرول کرنے والے

ہماری توقعات سے زیادہ منظم انداز میں سلسلہ وار کام کر رہے ہیں۔ وہ یہ جانتے بھی ہیں کہ مسلمان اپنے آقا علیہ السلام کی ذات سے اپنی ہر چیز سے زیادہ پیار کرتے ہیں، پھر بھی کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کی پروا نہ کرنا، ان کی طاقت، ڈھٹائی اور سفلہ پن کے ساتھ ساتھ مسلم قوم کی کم مائیگی، عدم اعتماد اور ذلت کی علامت ہے۔

پاکستان کو ایک ناکام ریاست ثابت کرنا بھی ان کے ایجنڈے پر ہے تاکہ وہ پاکستان کو پہلی مسلم ایٹمی طاقت بننے کا مزہ چکھا سکیں۔ پاکستان میں فلموں اور سگریٹ کے اشتہارات کے ذریعے منشیات کو فروغ دیا گیا اور ایسے پروپیگنڈے کی ترویج کی گئی جس سے یہ ظاہر ہوا کہ جذباتی عدم توازن اور ذہنی پریشانی کا حل منشیات میں ہے۔ مار دھاڑ والی فلمیں جرائم کی شرح میں بے پناہ اضافہ کا باعث بن رہی ہیں۔ پاکستان مشترکہ خاندانی نظام کے ثمرات سے مستفید ہوتا رہا ہے، اب اس کے بنیادی خاندان کو بھی توڑنے کی سازش تیار ہے۔ فلموں، ڈراموں میں باپ، بیٹے اور بھائیوں کو ایک دوسرے سے بیزار دکھایا جاتا ہے جس کے اثرات روزمرہ زندگی پر پڑ رہے ہیں۔ سماجی طور پر ہر شخص عدم تحفظ کا شکار ہے اور ایک فرد کا معاشرے پر جو اعتماد تھا وہ مجروح کر دیا گیا ہے۔ فلمیں، سی ڈیز اور ڈرامے سب ہی مادیت پسندی اور سیکولرزم کو فروغ دے رہے ہیں۔ نام نہاد روشن خیالی اور معاشی مسابقت رویوں کو فروغ دے کر سماجی نظام کا بیڑا غرق کیا جا رہا ہے۔ فحاشی وعریانی بڑھ رہی ہے۔ عورتوں کے لباس مختصر ہوتے جا رہے ہیں اور عشق ومحبت کی داستانیں ہماری روزمرہ کی زندگی کا حصہ بنتی جا رہی ہیں۔ بچوں کی آزادی کے نام پر جنسی تعلیم کو عام کیا جا رہا ہے اور عورتوں کی مساوات کے نعرہ دل پذیر نے خاندانی نظام کو بکھیرنا شروع کر دیا ہے۔ نئے علمی نظام کے نفاذ، گلوبلائزیشن کے حصول اور ۱۹۹۱ء کے ورلڈ آرڈر کی تنقید کے لیے ملکوں اور حکومتوں کے اختیارات کو سمیٹ کر اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں کو دینے کے تصور کو مسلسل فروغ دیا جا رہا ہے تاکہ مغرب کی عالمی چودھراہٹ کو نو آبادیاتی نظام کے انہدام کے بعد سہارا دیا جا سکے۔ پاکستان میں صوبائی عصبیت کو فروغ دے کر قومی وحدت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کا فریضہ بھی نام نہاد مقدس میڈیا سرانجام دے رہا ہے اور بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارا میڈیا بھی مغربی میڈیا کی نقالی کر رہا ہے۔

تدارک کے لیے تجاویز:

۱: ملک میں سنسر کی پالیسی کو اسلامی اور قومی معاشرتی امنگوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے قانون سازی پر نظر ثانی کی جائے۔

۲: فحاشی و بے حیائی پھیلانے والے چینلز کو ملک میں بند کر دیا جائے اور ان کی پابندیوں پر نظر رکھنے کے لیے ٹاؤن اور ویلج لیول پر معاشرتی کمیٹیاں قائم کی جائیں جو علاقے کے معززین ٹیچرز اور آئمہ مساجد پر مشتمل ہوں۔

۳: ثقافتی اور معاشرتی قدروں کے فروغ کے لیے اپنے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی نشریات کا دائرہ وسیع کیا جائے اور طاقت ور بوسٹرز کے ذریعے نہ صرف ملک بھر میں بلکہ ساری دنیا میں اپنی نشریات مختلف زبانوں میں پھیلائی جائیں۔

۴: بین الاقوامی خبروں کے لیے ایک ایسی ایجنسی بنائی جائے جو پوری اسلامی دنیا کے مقاصد کی ترویج کے لیے باوثوق اور معتبر اخباری نظام تشکیل دے۔

۵: بی بی سی اور سی این این سے نشر شدہ خبروں میں چھپے دشمن کے مقاصد کو آشکار کرنے کے لیے اپنے ریڈیو اور ٹی وی پر مجلس مذاکرہ اور تبصرے نشر کیے جائیں۔

۶: انٹرنیٹ کلبوں کی سختی سے نگرانی کی جائے اور ان کلبوں کے لیے ایسا سٹینڈرڈ نقشہ تشکیل دیا جائے جو اوپن بوتھ پر مشتمل ہو اور تمام مانیٹر سکرینز پورے ہال کے لیے Visible ہوں تاکہ ہماری ناسمجھ نسل وہاں سے بے حیائی کا مواد دیکھنے سے قاصر رہے۔

۷: فحاشی پر مشتمل کتابیں اور سی ڈیز آج کل عام آدمی کی آسان

دسترس میں ہیں۔ ایسا مواد رکھنے والوں کو سخت سزا دی جائے اور ایسے تمام مواد کو ضبط کر کے تلف کیا جائے۔

۸: ملک میں اسلامی ویلفیئر اداروں کا ایسا جال بچھایا جائے جو نام نہاد NGOs، جو بے حیائی کی ترویج کرنے میں معاون ہیں، کے نیٹ ورک کو توڑ سکیں۔

علاوہ ازیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنی صفوں سے گندے اور ناپاک عناصر کو بے نقاب کیا جائے۔ مغرب کی ثقافتی یلغار کو روکنے کے لیے مضبوط ابلاغی قلعہ تشکیل دیا جائے۔ مغرب کے ہتھکنڈوں، سازشوں اور چالبازیوں کے راز طشت از بام کیے جائیں۔ حکومتی اور غیر سرکاری ایجنسیاں صحیح قومی، ملی اور وطنی جذبے سے سرشار ہو کر نہ صرف اپنے مذہب، ثقافت، سماج اور تاریخ کا علم حاصل کریں بلکہ صحافت کے اسالیب بھی سیکھیں تاکہ شیطان کے چیلوں کے دام تزویر سے آگاہ ہو سکیں۔ ضرورت یہ بھی ہے کہ ہم سیٹلائٹ اور تمام جدید ٹیکنالوجی کے حصول پر بھرپور توجہ دیں اور سرمایہ بھی صرف کریں تاکہ آنے والے دور کے تمام چیلنجز کا سامنا کر سکیں اور سب سے بڑھ کر جو بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مغرب کے بے پناہ وسائل، سرمائے، طاقت، انتظام اور دانش سے نہ گھبرائیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ قریش اپنے دور کے ذرائع ابلاغ پر ایک مناپلی تھے مگر قائد انسانیت حضور نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے استقامت، بصیرت اور سب سے بڑھ کر کردار اور اسوہ سے سب مصائب پر قابو پالیا۔ آج ہم بھی اگر اپنے باطن اور اپنے کردار کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کر لیں تو ہم ان شاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

[البقرة: ٢٤٩]

”کئی مرتبہ اللہ کے حکم سے تھوڑی سی جماعت (خاصی) بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے۔“

اور اللہ کا وعدہ بھی یاد رکھیں:

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾ [الصف: ٨]

”یہ (منکرین حق) چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھا دیں جب کہ اللہ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے اگرچہ کافر کتنا ہی ناپسند کریں۔“

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

اعلان تنسیخ تزکیہ

قبل ازیں مختلف مدارس ومساجد کے لیے میری طرف سے جو تزکیے جاری کیے گئے تھے وہ تمام منسوخ کیے جاتے ہیں۔ پوری تحقیق کے بعد مستحق مدارس ومساجد کے لیے از سر نو لیٹر پیڈ اور مہر کے ساتھ تزکیے دیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

احباب مطلع رہیں

منجانب

محمد یلیین راہی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع راجن پور۔ فون نمبر: 0333-8556473

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

تحریک اہل حدیث

ترتیب وتقدیم: بشیر انصاری (ایم۔اے)

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان ۱۰۶۔ راوی روڈ لاہور۔

ضخامت: ۳۸۴ صفحات۔ بہتر کمپوزنگ، اچھا کاغذ، مضبوط جلد

تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

جناب بشیر انصاری صاحب ایک مدت سے ہفت روزہ ’’اہل حدیث‘‘ (لاہور) کے منصب ادارت پر فائز ہیں اور متعدد کتابوں کے مصنف ومرتب ہیں۔ ان کی مرتبات میں ایک کتاب ’’تحریک اہل حدیث؛ افکار وخدمات‘‘ ہے۔ یہ کتاب اس موضوع سے متعلق بہت سے اہل حدیث علمائے عظام کے علمی وتحقیقی مضامین کا خوب صورت مجموعہ ہے۔ پہلی دفعہ یہ کتاب ۱۹۹۹ء میں چھپی، پھر ۲۰۰۴ء میں اور اب مارچ ۲۰۱۲ء میں معرضِ اشاعت میں آئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کی ماشاءاللہ بہت مانگ ہے اور یہ بہت پڑھی جاتی ہے۔

چند سالوں سے ناشرین کتب ٹیکس سے بچنے کے لیے نہ کتاب کی قیمت لکھتے ہیں اور نہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ کتاب کتنی مرتبہ چھپی۔ جو کتاب انھوں نے ۱۹۹۰ء میں چھاپی اس پر ہمیشہ یہی سال لکھا جائے گا، اگرچہ وہ کتنی مرتبہ چھاپی گئی ہو۔ دوسروں کو چھوڑیے، قرآن وحدیث کے موضوع پر کتابیں چھاپنے والے پاک باز ناشر بھی مسلسل یہ جھوٹ بولتے چلے آرہے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی ناکام ناشر ثابت کرتے ہیں کہ ان کی چھاپی ہوئی کتاب کوئی نہیں خریدتا اور بے چارے مصنف کی بھی بدنامی کا باعث بنتے ہیں کہ اس کی تحریر کوئی پسند نہیں کرتا، لیکن بشیر انصاری مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اہل حدیث کے نام سے یہ بین الاقوامی جھوٹ نہیں بولا۔ صاف بتا دیا کہ یہ کتاب مرکزی جمعیت اہل حدیث نے تیسری مرتبہ شائع کی ہے۔

اس کتاب کی ثقاہت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ تقریباً پچاس اہل حدیث علمائے ذی شان کے افکار عالیہ کا دلچسپ مرقع ہے جن میں حضرت مولانا سیّد محمد داود غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا ابوالقاسم بنارسی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا غلام رسول مہر، سیّد بدیع الدین شاہ راشدی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، پروفیسر ساجد میر، مولانا عبدالوہاب خلجی (دہلی)، پروفیسر عبدالقیوم، سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی، مولانا محمد جوناگڑھی اور دیگر بہت سے حضرات شامل ہیں۔

حصہ نظم میں مرحوم علیم ناصری اور مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ ایک فارسی نظم نواب صدیق خاں مرحوم ومغفور کی بھی درج کی گئی ہے۔ ایک نظم ڈاکٹر عبدالرب ثاقب (انگلستان) کی شامل کتاب ہے۔

مضامین ومشمولات کے اعتبار سے بے شبہ یہ مکمل کتاب ہے۔ ہر صاحب علم کی تحریر ایک خاص انداز لیے ہوئے ہے اور معلومات کا اچھا خاصا ذخیرہ اس میں پنہاں ہے۔

برصغیر کے علمائے کرام کے علاوہ دو عرب ملکوں کے اہل علم کے رشحاتِ قلم بھی اس میں نظر آتے ہیں۔ ایک مقالہ توحید وسنت کے موضوع پر امام کعبہ شیخ محمد بن عبداللہ سبیل کا ہے اور ایک علامہ ناصر الدین البانی کا جس کا عنوان ہے: ’’سلفی دعوت؛ دعوت توحید ہے۔‘‘

اس کتاب کے مندرجات سے ہمارے قارئین کرام کو استفادہ کرنا چاہیے۔

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۴۸ قاضی محمد حسین

ح ۵۳ م منجی المومنین، ص:۱۷۶۔ شیخ محی الدین، تاجر کتب، شہر لاہور۔

۲۹۷ء۴۸ مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی (مجموعہ ۵ کتب)

ح ۵۳۶ھ ہدایۃ البلید فی ردّ التقلید، ص: ۴۰۔ مطبع منشی فخر الدین واقع لاہور۔ ۱۳۰۸ھ

۲۔ روئیداد مناظرہ مرشد آباد، مولانا عبدالعزیز، ص: ۲۴۔ ۱۹۱۷ء

۳۔ الرق المنشور فی رد فتح الشکور، مولوی محمود عالم صاحب مظفر پوری، ص: ۱۱۲۔ مطبع انصاری، دہلی۔ ۱۳۰۶ھ

۴۔ افضل الاعمال فی جواب نتائج الاعمال، مولوی محمد عالم الدین، ص: ۳۱۔ مطبع افتخار، دہلی۔ ۱۳۰۹ھ

۵۔ النجم الثاقب لہدایۃ الرجل الکاذب، محمد یوسف، ص: ۲۸۔ مطبع سعید، کلکتہ۔

نجات المسلمین فی بیان اعمال الصالحین، مولوی محمد مصطفیٰ، ص: ۲۰۔ مطبع افتخار دہلی۔

فتح الموحدین فی جواب نصرۃ المقلدین، محمد نجم الدین۔

۲۹۷ء۴۸ ابوانشا قاری خلیل الرحمٰن جاوید

خ ۱۰۷ خ خیر خواہی (بجواب) ہدایت یا گمراہی، ص: ۱۷۶۔ جامعۃ الاحسان الاسلامیہ، کراچی۔ ۲۰۰۳ء

۲۹۷ء۴۸ خالد مسعود

خ ۱۹ا اسرار نامہ یعنی ڈاکٹر اسرار احمد کی فتنہ پردازی کے خدوخال، ص: ۲۴۔ حلقہ تدبر قرآن، لاہور۔

۲۹۷ء۴۸ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری

خ ۶۹ ب براہین قاطعہ علی ظلام انوار الساطعہ، ص: ۲۸۰۔ مدنی کتب خانہ، نور مارکیٹ، گوجرانوالہ۔

۲۹۷ء۴۸ محمد دین

د ۹۹۹ع بالعروۃ الوثقی، ص: ۲۲۴۔ تنظیم اہل سنت والجماعت، لاہور۔ ۱۹۸۳ء

۲۹۷ء۴۸ ابوالشفیق محمد رفیق خان (مجموعہ ۸ کتب)

ر ۴۷ ب بے لوث نمبر بجواب غوث نمبر، ص: ۶۳۔

۲۔ اظہارِ حقیقت از آئینۂ حقیقت، مولوی عبدالکبیر محمد عبدالجلیل، ص: ۴۸۔ جمعیۃ تبلیغ اہل حدیث دارالکتاب والسنۃ، دہلی، ۱۹۵۴م۔

۳۔ ایام قربانی بجواب مسئلہ قربانی، حافظ محمد قاسم خواجہ، ص: ۳۱۔ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔

۴۔ رکعات قیام رمضان من اقوال اصحاب النعمان ائمہ اور فقہاء حنفیہ کے مصرح اقوال سے گیارہ مع الوتر کا سنت ثابتہ، حکیم محمد اشرف، ص: ۹۶۔ دارالاشاعت اشرفیہ، سندھو بلوکی، لاہور، ۱۳۷۳ھ

۵۔ المعراج، ابوالسلام محمد صدیق، ص: ۵۶۔ عبدالسلام ناظم شعبہ تبلیغ الاسلام، سرگودھا۔ ۱۳۷۵ھ

۶۔ تحذیر الانام عن وساوس مانعی القراءۃ خلف الامام، مولانا محمد عبدالجلیل صاحب محدث، ص: ۶۴۔ مدرسہ دارالکتاب صدر بازار، دہلی۔ ۱۹۵۳ء

۷۔ گلدستہ سنت نمبرا، ۲، حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، ص: ۱۶۔ دفتر الہادی، محلّہ میانہ پور، سیالکوٹ۔ ۱۹۵۵ھ

۸۔ الاجماع علی ان کفارۃ الصیام مخصوصۃ بالجماع، مولوی سیّد اقتدار سہسوانی، ص: ۱۶۔

خلق و خلقت میں سب سے بھلے آپ ﷺ ہیں
بعد رَب کے ہر اِک سے بڑے آپ ﷺ ہیں
نارسا سوچ ہے ہاتھ باندھے کھڑی
مَدْح کی ہر ادا سے پرے آپ ﷺ ہیں
جِن و انس و مَلَک کا گروہِ کثیر
جس کی توصِیف و مِدْحت کرے آپ ﷺ ہیں
آپ ﷺ کا ہر قدم رَوشنی کا سَفیر
اَمن کو جن سے چوگا مِلے آپ ﷺ ہیں
آپ ﷺ خوشبو کی مانند اِحساس میں
باپ، ماں سے زیادہ سگے آپ ﷺ ہیں
آپ ﷺ سے عِلْم ٹھہرا حقیقت پسند
بات میں جن کی حِکمت پلے آپ ﷺ ہیں
ارضِ تہذیب ویران و بنجر تھی یاں
جن کے ہاتھوں سے دریا بہے آپ ﷺ ہیں
آپ ﷺ کے نام سے رات دکھ کی فنا
جن کے دم سے شفا دن چڑھے آپ ﷺ ہیں
نیکیوں کے قدم سُست رَو تھے یہاں
دینے والے انھیں حوصلے آپ ﷺ ہیں
ایک ابرو اشارے سے دو نیم چاند
جن سے پتھر بھی باتیں کرے آپ ﷺ ہیں
زندگی آپ ﷺ کے نام سے خیر یاب
وقت بھی ساتھ جن کے چلے آپ ﷺ ہیں

(اُمّ عبد منیب)